بحر جنوبی کا سفر

بحر جنوبی کا سفر

مترجمہ

جگل کشور بدر

۱۹۲۷ء

حسب فرمایش

محمد صادق مالک صادق بکڈپو

چوک

حیدرآباد دکن

مطبوعہ شمس المطابع مشین پریس نظام شاہی روڈ حیدرآباد دکن

دیباچہ

اخبار پھول کے سلسلہ میں دارالاشاعت پنجاب لاہور سے بچوں کیلئے جو دلچسپ اور سبق آموز کتابیں شائع ہوئی ہیں انہوں نے ملک کی ایک نہایت اہم ضرورت کو پورا کیا ہے لیکن چونکہ اخبار پھول خصوصیت سے پرائمری جماعت کے بچوں کیلئے شائع ہوتا ہے۔ اس لئے اس سلسلہ میں جو کتابیں زیادہ تر چھپیں وہ بھی کم استعداد بچوں ہی کیلئے تیار کی گئیں اور ذرا بڑی عمر اور جماعتوں کے بچوں کے لئے نسبتاً کم کتابیں شائع ہو سکیں۔

بڑی عمر کے بچے جنہیں پھول اور دفتر پھول کی مطبوعہ تصانیف کے پڑھنے سے مطالعہ کا شوق ہو جاتا ہے۔ عام طور پر اپنے مفید مطلب کتابیں تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ان ہی کے اس شوق کو پورا کرنے کے لئے میں نے انگریزی کی اس سادہ مگر دلچسپ کہانی کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کے مطالعہ سے ان میں اُمنگ۔ حوصلہ۔ ہمت اور شجاعت کے جذبات بیدار ہوں گے۔ بڑی عمر کے لوگوں کو تو شاید یہ داستان زیادہ پسند نہ آئے۔ مگر مجھے یقین ہے۔ جن کے لئے یہ دلچسپ کہانی لکھی گئی ہے۔ وہ اس سے ضرور لطف اندوز ہوں گے۔

مدیر

فہرست

باب اوّل

سمندر کا سفر

میرے پہلے اور آخری سمندر کے سفر کو کئی سال ہونے آگئے ہیں لیکن اس سفر میں میں نے جو جو تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں ان کی وجہ سے اس کی یاد میرے دل میں ایسی تازہ ہے جیسے کل کی بات ہو۔

مجھے جہازوں کے سفر سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ مگر قسمت کا لکھا پورا ہونا تھا۔ بچہ ہی سا تھا۔ کہ ماں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بزرگوں میں لے دے کر ایک بوڑھے چچا رہ گئے انھیں یہی فکر کہ میں کوئی کام سیکھنا شروع کروں اور کچھ ان کی سمجھ میں آیا نہ۔ مجھے جہاز مارگرٹ کے کپتان روجرز کا شاگرد کردیا۔

ایک دن ابھی صبح کا دھندلکا ہی تھا کہ میں بے یار و مددگار جہاز

مارگریٹ پر سوار ہوا۔ اور کوئی دو گھنٹے بعد ہم دریائے ٹیمز سے سفر کو پچھم کی طرف روانہ ہو گئے۔

کپتان روجرز دبلا پتلا ٹھگنا اور مضبوط آدمی تھا۔ اس کے بال سخت اور بھوسلے تھے۔ آنکھیں چمکدار اور چہرے پر جھریاں پڑی تھیں۔ بڑا نرم دل اور اپنے کام میں خوب طاق تھا۔ مجھے آتا دیکھ کر اس نے بڑے تپاک سے خوش آمدید کہی اور پھر ایک خلاصی مارٹن کو میرا اسباب لانے کا حکم دیا۔

جہاز پر میری زندگی کے پہلے دن بڑے سُونے گزرے میں بیمار پڑ گیا۔ بڑی مشکل سے رینگتا ہوا کبھی کبھار اپنے کمرے سے باہر آتا لیکن رفتہ رفتہ میری صحت درست ہو گئی اور میں اس روز متعجب سا ہوا۔ جب پہلے پہل بغیر کسی سہارے کے تختہ جہاز پر چلنے پھرنے لگا۔

مارٹن نے مجھے آتے دیکھ کر کہا "واہ بیٹے یہ ٹھاٹ ہیں! بس اب پالا مار لیا۔ سمندر کے سفر میں شروع شروع ایسی تکلیف ہوتی ہے۔ مگر ایک دفعہ عادت پڑ گئی تو بس پھر کچھ نہیں"۔

مارٹن بڑا مضبوط اور تنومند شخص تھا۔ اور چونکہ زیادہ ہنسی مذاق روا نہ رکھتا تھا۔ اس لئے دوسرے خلاصیوں پر اس کا بہت عب تھا

میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے اس نے اپنا دوست بنا لیا۔ معلوم ہوتا تھا مجھے میرے فرائض سے آگاہ کرنے میں اسے ایک خاص قسم کی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس نے شوق سے سکھانا اور میں نے سیکھنا شروع کر دیا۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں میں نے بہت سی فائدہ مند معلومات حاصل کر لیں۔

جہاز کی زندگی بڑی سخت اور مصیبت ناک تھی۔ کھانے کو موٹا جھوٹا ملتا تھا۔ لیکن باوجود ان باتوں کے مجھے اپنے نئے کام کے سر انجام دینے میں ایک حد تک مسرت حاصل ہوتی تھی۔

اس کی وجہ محض یہ تھی کہ سفر اب تک کامیابی سے ہوا تھا۔ مارٹر اعلیٰ درجہ کا جہاز تھا۔ ہوا موافق تھی اور ہم کسی قابل ذکر طوفان و سیلاب کی آفت سے بچے ہوئے ہنسی خوشی سمندر کے عبور کر رہے تھے۔ اپنے اس مشرقی سفر کے دوران میں ہم کئی بندرگاہوں لنگر انداز ہوئے لیکن مجھے ان جگہوں کی سیر سے لطف اندوز ہونے کا نہ مل سکا۔ کیونکہ ناخدا کا حکم تھا کہ میں جہاز ہی پر رہوں۔

دُنیا کی کونسی ایسی شے ہے جو ناپائیدار نہیں۔ چنانچہ سفر میں ہماری خوش نصیبی بھی آخر تمام ہونے کو آ گئی۔

ایک روز رات کو میں غافل پڑا سو رہا تھا کہ یک لخت آواز آئی

سُنائی دیں۔ کہ سب تختہ جہاز پر چلو "تختہ جہاز پر" میں چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور جلدی جلدی کپڑے پہن کر باقی لوگوں کے ساتھ بھاگم بھاگ تختہ جہاز پر پہنچا۔

چونکہ مجھے جہاز رانی کا بہت کم علم تھا اور اس تیرہ و تارات میں خصوصیت سے کچھ بھی پتہ نہ چلتا۔ اس لئے میں ٹھیک ٹھیک تو نہیں کہہ سکتا۔ کہ ہمارا جہاز کس مقام پر تھا۔ تاہم جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ہمارا جہاز اس وقت نیوگنی کے ساحل کے آس پاس مصروف سفر تھا۔

میں لڑکھڑاتا ہوا اوپر کے تختہ پر پہنچا تو نہایت دہشت ناک منظر میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ میرے سو جانے کے بعد موسم بالکل بدل چکا تھا۔ طوفان کا وہ زور شور تھا کہ خدا کی پناہ تند ہوا۔ بادبانوں کے ٹکڑے کئے دے رہی تھی۔ موجوں کے تلاطم نے ایسا حشر برپا کر رکھا تھا گویا وہ ہمارے نگل جانے پر کمربستہ ہیں اور اُن کے غروش کے باعث ہمارے مضبوط جہاز کا ایک ایک تختہ چڑ چڑ بول رہا تھا۔ کپتان روجرز کھڑا طرح طرح کے حکم دے رہا تھا۔ لیکن اس بے حد خوف و خطر کی حالت میں بھی اس نے صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔ چنانچہ اس کی اس شجاعت

پر میرا دل مرجھا کیے بغیر نہ رہ سکا۔ ہوا بادبانوں میں سے سیٹیاں بجاتی ہوئی گزر رہی تھی۔ موجیں جہاز کے پہلوؤں کو توڑے ڈال رہی تھیں۔ بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ ذرا سی دیر میں ہم سب کے سب سمندر کی تہہ میں پہنچ جائیں گے۔ لیکن لمبے قد کپتان کے چہرے پر نہ افراتفری کے آثار تھے اور نہ خوف و ہراس کے۔ اور وہ اطمینان سے کھڑا ہدایات دے رہا تھا۔

اگرچہ ناخدا اور خلاصی سبھی بہت بہادر اور دلیر تھے لیکن اس تباہی اور بربادی سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ موجیں ہم پر اس طرح اُچھل رہی تھیں۔ جیسے بلی یا کتا اپنے مدِمقابل کے گلے پر حملہ آور ہوتا ہے۔ یکایک ہوا کے زور اور موجوں کے شور کے باوجود ایک وحشیانہ آواز چیختی ہوئی سنائی دی۔ "ڈوب گئے"!

ایک دیوزاد لہر ہمارے دو بدقسمت ساتھیوں کو تختۂ جہاز سے اُٹھا کر اُبلتے ہوئے سمندر میں کھینچ لے گئی۔ باقی خلاصیوں نے دیکھا کہ اب ان کم نصیبوں کی امداد کسی طرح نہیں کی جا سکتی تو بے اختیار ان سب کے منہ سے ایک آہ نکل گئی۔

مارگرٹ تیرہ و تار رات میں اڑا ہوا جا رہا تھا۔ کہ ایک ویسی ہی جگر شگاف آواز سنائی دی۔ جہاز آگے ہی آگے چلا جا رہا تھا۔

ہوا سنگ دل شکاری کی طرح اس کے تعاقب میں تھی۔ کبھی موجوں کی بلندی پر اُٹھ کر آسمان سے باتیں کرنے لگتا اور کبھی نیچے گہرائیوں میں چلا جاتا۔ پورے دو گھنٹے طوفان کا یہی عالم رہا۔ اس کے بعد ہوا ذرا ہلکی پڑ گئی اور امید کی ایک مدھم سی کرن ہمارے دلوں میں چمکنے لگی۔

مارٹن نے چلا کر مجھے کہا۔ بس اب ہم بچ جائیں گے۔ ناخدا کی بدولت بال بال بچ گئے۔ اس کی بجائے اگر آج کوئی دوسرا ناخدا ہوتا تو ہم سب کی وہی حالت ہوتی۔ جو ہمارے دو بدنصیب ساتھیوں کی ہوئی ہے"۔

میں کانپ اٹھا۔ اور بولا "اُفوہ خدا ہی نے بچا لیا۔ ان دونوں بدنصیبوں کی چیخیں ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔ یہی انجام ہمارا ہونا تھا!"

مارٹن بولا "موت کا فرشتہ تختۂ جہاز پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے مگر بیٹے گھبراؤ نہیں۔ ہماری زندگی بڑے قابل ناخدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر دل صاف ہو تو پھر موت سے کیا گھبرانا۔

ذرا سی دیر بعد ہم میں سے بعض لوگ اپنے گیلے کپڑے بدلنے نیچے چلے گئے۔ باورچی نے کافی بنا دی تھی۔ اس کا ایک

ایک پیالہ پیا۔ اور پھر جو ساتھی تختۂ جہاز پر کام کر رہے تھے ان کو فارغ کرنے کے لیئے واپس آ گئے۔ لیکن اب ہم لوگوں کے کرنے کا کوئی خاص کام نہ رہا تھا۔

طوفان رفتہ رفتہ کم ہو گیا۔ سمندر خاموش ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن تاریکی اسی طرح چھائی رہی۔ رات کے کاجل سے اندھیرے کی جگہ اب گہری دھند نے لے لی تھی۔ ناخدا اور اس کے نائب کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہ تھا کہ ہم کدھر کو بہے چلے جا رہے ہیں۔

اگلے دن دوپہر کے دو بجے بعد ایک نئی مصیبت کا سامنا ہوا۔ میں مارٹن کے پاس کھڑا تھا کہ جہاز کا بڑھئی بڑی گھبراہٹ میں ادھر سے گزرا۔ اور اس کے کوئی دو منٹ بعد کپتان جرز آ گیا۔ اور بڑے اطمینان سے اس نے ہم کو کہا "جہاز میں پانی آ رہا ہے جا کر نکالو"۔

مارٹن بولا "یہ تو برا ہوا کہ اب پانی آنے لگا چلو چل کر پانی نکالیں۔ محنت سے ذرا گرم بھی ہو جائیں گے"۔

بڑی اچھی بات یہ تھی کہ مارگرٹ پر کوئی شخص کام چور نہ تھا۔ ہر شخص بڑی مستعدی سے پانی نکالنے میں مصروف ہو گیا

مگر باوجود ہم کوششوں کے پانی زیادہ ہی آتا گیا۔ ذرا سی دیر میں معلوم ہوگیا۔ کہ جہاز میں کوئی کوئی اتنا بڑا سوراخ ہوگیا ہے جسے اب ہم کسی طرح بند نہیں کر سکتے ؛

ایک جہاز ران نے جس کا نام والٹن تھا۔ بڑی بے چینی سے کہا۔ کہ " اگر یہ کم بخت دھندھ جاتی۔ تو شاید کوئی بچاؤ کی صورت نکل آتی۔ مارٹن ہم بھلا اس وقت کہاں ہوں گے" ؟

مارٹن نے خوش طبعی سے جواب دیا۔ کچھ خبر نہیں۔ مگر ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جب تک ہمارا کپتان سلامت ہے وہ بچاؤ کی کسی صورت کو ہاتھ سے نکلنے نہ دے گا۔ کیوں دوستو۔ سچ کہتا ہوں نہ ؟ اس پر تمام جہاز رانوں نے ہم آواز ہوکر " ٹھیک ٹھیک کے نعرے لگائے ؛

پانی نکالنا بڑا محنت طلب کام تھا۔ اگرچہ میرے جسم کی ہڈی ہڈی دکھنے لگی لیکن میں باقی لوگوں کے ساتھ برابر اپنا فرض ادا کرتا رہا ؛

آہستہ آہستہ دوپہر شام میں ڈھل گئی اور دھند پہلے سے زیادہ گہری ہوگئی۔ ہم جانتے تھے کہ اب تو کئی گھنٹوں کے بعد روشنی ہوسکتی ہے۔ اس خیال سے ہم سب کے سب بہت

ہراساں ہو گئے۔ اگر مارٹن کی خوش طبعی ہمیں حوصلہ نہ دلاتی رہتی اور ہمیں اپنے کپتان پر پورا اعتماد نہ ہوتا۔ تو نہ جانے ڈر کے مارے ہماری کیفیت کیا ہوتی۔

اپنے بچاؤ کے لئے ہم سرتوڑ کوشش کر رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو یقین دلانا چاہتے تھے کہ ہم بچ جائیں گے۔ مگر اندر ہی اندر یہ بات سب کے دل میں موجود تھی کہ اب سلامتی کی کوئی اُمید نہیں رہی۔

میں اور مارٹن دونوں ذرا سستانے کو نیچے آ رہے تھے۔ کہ اس نے مجھے کہا "بیٹے ہمت نہ ہارنا۔ دل کو مضبوط رکھنا اگر صبح تک مارگرٹ تیرتا رہا۔ تو شاید ہمیں کنارہ نظر آ جائے۔"

میں نے پوچھا "اور اگر نہ نظر آیا؟"

اس نے بڑی متانت سے کہا "تو بیٹا پھر خدا کے حضور میں دعا کرنا۔ مارگرٹ ایک دن سے زیادہ عرصے تک سلامت نہیں رہ سکتا۔"

باب دوم

مارگرٹ کا خاتمہ

ہم نے ابھی مشکل سے اپنے بسکٹ کھائے اور کافی کی گرم گرم پیالی پی ہوگی کہ ایک خلاصی جس کا نام ایڈمز تھا۔ لڑکھڑاتا ہوا داخل ہوا پسینے میں شرابور تھا۔ ٹانگیں یوں کانپ رہی تھیں۔ گویا اس کا وزن اٹھانے سے جواب دینے کو ہیں۔ بڑا مضبوط اور بہادر شخص تھا۔ مگر پانی نکالنے میں اپنے حصہ سے بہت زیادہ کام کیا تھا۔ اور اب اس محنت کا نتیجہ بھگت رہا تھا مارٹن نے خندہ پیشانی سے کہا "تھک گئے دوست؟"

آؤ کافی پیو۔ ابھی گرم ہو جاؤ گے۔ نیچے کیا حال ہے ؟"

ایڈمز نے کافی پینے کے بعد آہستہ سے کہا " بُرا حال ہے اس سے بد تر اور کیا ہو سکتا ہے۔ جہاز چھلنی ہو رہا ہے معلوم ہوتا ہے کہیں ٹکرا گیا تھا۔

صبح تک بھی بچ سکتا ہے ؟"

ایڈمز نے میری طرف یوں دیکھا۔ جیسے میری موجودگی کی وجہ سے جواب نہیں دینا چاہتا۔ آخر بھوٹ ہی پڑا۔ زیادہ سے زیادہ چار گھنٹے بچے گا۔ طوفان آگیا تو اتنی بھی امید نہیں۔

میں نے پوچھا " آس پاس کوئی اور جہاز نہیں ہے ؟"

ایڈمز نے سر ہلا کر جواب دیا " کپتان کے سوا اور کسی کو پتہ نہیں کہ ہم کہاں ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ خود کپتان کو بھی کچھ زیادہ اندازہ نہیں ہے۔

تمہارے پاس کوئی تیرنے کی پیٹی بھی ہے ؟"

میں نے کہا " نہیں "۔

اس پر اس نے مارٹن سے کہا " فائدہ تو اس سے ایسا کیا ہونا۔ پر مارٹن ایک اسے لا ہی دیتے تو اچھا تھا "۔

مارٹن نے کہا " کیا واہیات ہے۔ ہم کون سے موت

کے منھ میں جا پہنچے ہیں۔ جب تک سانس تب تک آس۔ چلو ڈک پانی نکالنے کی اب ہماری باری ہے"۔

اس بات پر اکثر خلاصی حیران رہ گئے کہ خلاف امید جہاز اسی حالت میں بہتر تار ہا۔ صبح ہوتے ہی یہ مسرت بخش خبر ہر طرف پھیل گئی کہ جہاز برابر بڑھا چلا جا رہا ہے لیکن دھند اب تک اتنی گہری تھی کہ کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ ہم کہاں ہیں۔ بس ہم ہوا اور لہروں کے رحم پر سفر کر رہے تھے۔ وقتاً فوقتاً ناخدا یہ کہہ کر ہماری حوصلہ افزائی کرتا تھا کہ ہم بحر جنوبی کے جزائر کے بہت نزدیک ہیں۔ اور یقین ہے کہ ہمارا جہاز صحیح سلامت بندرگاہ میں پہنچ جائے گا۔ خدا معلوم اسے خود بھی اپنے الفاظ پر یقین تھا یا نہیں۔ لیکن اس کے اندر گفتگو سے جیسے ہمارے تن مردہ میں جان سی پڑ جاتی اور غالباً یہی اس کا منشا تھا۔

دوسری دوپہر آگئی۔ اور جہاز کے بڑھئی نے اطلاع دی کہ پانی جہاز میں کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہ سن کر ہماری ہمتیں بڑھ گئیں اور ہم نے تازہ جوش سے محنت شروع کر دی۔ اگر کہیں دھند دور ہو جاتی۔ تو ہم کیسے اطمینان سے اپنے

کام میں مصروف رہتے ۔

اگلی رات مارٹن نے بہت اصرار سے مجھے آرام کرنے کے لئے کہا ۔

بولا "تم نے بہت محنت کی ہے ۔ اور اب اگر اچھی طرح آرام نہ کیا تو بالکل بے کار ہو جاؤ گے ۔ اس کے علاوہ اب یا دُ خطرہ نہیں رہا ۔ گھنٹے دو گھنٹے میں تمام پانی نکل جائے گا ۔ اور سوراخ لکڑیوں سے بند کر دیئے جائیں گے ۔

میں واقعی بہت تھک گیا تھا ۔ اس لئے خوشی سے آرام کے لئے اپنے کمرے میں چلا گیا ۔ خطرہ تو بے حد تھا لیکن لیٹتے ہی میری آنکھیں بند ہو گئیں اور میں فوراً غافل ہو گیا ؛

تمام کے تمام خلاصی بڑے نیک دل تھے ۔ چنانچہ کسی نے مجھے نہ جگایا ۔ میں چار پانچ گھنٹے آرام سے سویا ہوں گا ۔ کہ ایک بہت زور کے کھڑاکے سے میری آنکھ کھل گئی میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا ۔ اور سوچنے لگا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ؛

تختۂ جہاز پر شور و غل ہو رہا تھا ۔ اور بہت سے لوگوں کے جلدی جلدی چلنے کی آواز آرہی تھی ۔ میں نیند کے نشے میں کھڑا

اونگھ ہی رہا تھا کہ مارٹن بھاگا ہوا اندر آیا اور چلا کے بولا۔ "جلدی کرو۔ جہاز ایک چٹان کے ساتھ ٹکرا گیا ہے۔ اب بہت جلدی ڈوب نے والا ہے جلدی کرو۔ کشتیاں نیچے اُتار دی گئی ہیں" ٭

میں نے تیرنے کی پیٹی پہلے ہی حاصل کر لی تھی جلدی سے اسے پہن کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ دو کشتیاں طوفان کے دوران میں ضائع ہو چکی تھیں۔ باقی رہ گئی تھی۔ ایک ہمارے پہنچنے سے پہلے ہی اسے پانی میں اُتار دیا گیا۔ اور وہ پلک جھپکنے میں لوگوں سے لد گئی تھی ٭

مارٹن تیزی سے آگے کو لپکا اور چلّا کر کہنے لگا "لڑکے کو ساتھ لے لو" مگر ہم دیر میں پہنچے تھے کشتی کا دور جا چکی تھی۔ اور گہری دھند نے اسے آنکھوں سے اوجھل کر دیا تھا ٭

کپتان روجرز استقلال کی تصویر بنا خاموش کھڑا تھا تمام جہاز کے افسر اور باقی ماندہ خلاصی اس کے گرد جمع تھے جہاز کے بچنے کی اب کوئی اُمید نہ تھی اور اب اس نے سب سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی جان بچانے کے لئے خود کوشش کرے ٭

وہ خندہ پیشانی سے بولا "دوستو تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم نے اپنا فرض اس طرح ادا کیا ہے۔ کہ انسان اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر تم میں سے کوئی سلامت بچ جائے تو جہاز کے مالک سے کہہ دے کہ ہم نے جہاز کے بچانے کے لئے سر توڑ کوشش کی تھی"۔

مارٹن نے کہا "بے شک حضور یوں ہی ہو گا"۔

میں اندازہ بھی نہیں لگا سکتا کہ یہ خوف کی حالت مجھ پر کتنی دیر طاری رہی۔ اگرچہ میں بزدل نہیں ہوں۔ تاہم میرا دماغ معطل ہو رہا تھا۔ میں اس کے سوا اور کچھ نہ کر سکا کہ اپنے آنسو روکے رکھے۔ مارٹن میرے پاس کھڑا تھا۔ اور ایک پُر اسرار طریق پر اس کی موجودگی مجھے قوت بخش رہی تھی۔

اس نے کہا "الوداع ڈِک تمہارا زندگی کا سفر اس قدر مختصر رہا۔ مگر اللہ جانتا ہے کہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے۔ شاید اسی میں تمہاری بہتری ہو"۔

کشتی سے ایک دو بار تو ہمیں آواز آئی تھی۔ لیکن اب پھر ہم نے انہیں بلایا۔ تو کوئی جواب نہ آیا۔ ہم فضا سے

لڑنے کے لیۓ بالکل تیار ہو گئۓ تھے۔

یہ کہنے سے میرا منشاء یہ نہیں کہ ان لوگوں نے جو چلے گئۓ تھے ہمیں مرجانے کو چھوڑ دیا تھا۔ کشتی کھچا کھچ بھر چکی تھی اور اگر اس کے مسافر کوشش کر کے جہاز کے آس پاس بھی رہتے تو ہمیں کسی قسم کی امداد نہ پہنچا سکتے تھے۔

ساتھ ہی ہر ایک کا خیال تھا کہ مارگرٹ کوئی دم کا مہمان ہے مگر اسے اب تک تیرتا دیکھ کر نا خدا نے ہمیں حکم دیا کہ تیرنے کے لیۓ جلد ایک مضبوط تختہ تیار کرو۔

خطرے اور یاس کے عالم میں امید کی ایک ننھی سی کرن بھی کتنی ہمت افزا ہوتی ہے۔ تختہ کا نام سنتے ہی ہمارے بدن میں لہو تیزی سے دوڑنے لگا۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ ایسی روا روی میں بنایا ہوا تختہ کچھ بھی فائدہ مند نہ ہو سکتا تھا۔

قسمت کی بات۔ اتنا بھی موقع نہ ملا کہ تختہ کی قوت کا امتحان نہ کر سکتے۔ ہم اسے بنانے ہی میں مصروف تھے کہ ایک لخت مارگرٹ الٹ گیا اور میں اور میرے ساتھ دو ملاح سمندر میں جا پڑے۔

مارگرٹ اور اپنے باقی ساتھیوں کو میں نے پھر کبھی نہیں

دیکھا۔ میں نیم بیہوش اور بے بس تھا۔ لمبی لمبی اور بلند لہریں ایک پر کی طرح مجھے اچھال رہی تھیں۔ جہاز اسی وقت ڈوب گیا۔ یا کچھ دیر بعد مجھے کچھ معلوم نہیں۔ ذرا سی دیر میں گہری دھند نے اسے نظروں سے بالکل اوجھل کر دیا تھا۔

تیرنے کی پیٹی جو نیک دل مارٹن نے مجھے دی تھی بڑی مفید ثابت ہوئی۔ اور اوس نے مجھے ڈوبنے سے بچا لیا باقی حالت میری یہ تھی کہ دغاباز سمندر کا کھلونا بنا ہوا کف میں اس حالت میں ذرا نہ چیخا چلایا۔ جانتا تھا بیکار ہے اور کوئی انسانی طاقت مجھے اس طوفان سے نہیں بچا سکتی تھی۔

چنانچہ اس تاریکی میں بہتا ہوا میں چلا جا رہا تھا۔ کوئی آنکھ میری اس حالت کو نہ دیکھ رہی تھی۔ میری حوصلہ افزائی کے لئے روشنی کی ایک شعاع تک نہ تھی۔ اور سوائے ہوا کی چیخوں اور برافروختہ موجوں کے تھپیڑوں کے کوئی آواز میرے کان میں نہ آ رہی تھی۔ اس وقت میں نے دل ہار دیا مجھے کوئی امید نہ رہی۔ حیران تھا کہ کب تک میں ان سنگدل لہروں کا یہ ظالمانہ مذاق برداشت کر سکوں گا۔

یہ احساس بھی گزر گیا۔ میں اور کچھ نہ سوچ سکا۔ میرا دماغ

جیسے معطل ہو گیا۔ ہوش و حواس بکھر گئے۔ اور اگرچہ تیرتا چلا جا رہا تھا۔ مگر نہ مجھ میں قوت تھی نہ محنت کرنے کی ہمت +
اتنے میں موجوں کا خروش بڑھ گیا اور میرے کانوں میں گرج کی سی آواز آئی۔ لہروں نے مجھے اٹھا کر آگے کو پھینک دیا۔ اور میرا سر کسی سخت اور نوکدار چیز کے ساتھ زور سے ٹکرایا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کو بڑھا دیے تو وہ ایک چٹان پر پڑے جس کے ساتھ سمندر کی لہریں بڑے زور سے ٹکرا ٹکرا کر کف نکال رہی تھیں۔ گو میں بہت کمزور تھا۔ اور میرا دماغ گھوم رہا تھا۔ تاہم مجھ میں اتنا سمجھنے کا ہوش باقی تھا۔ کہ زندہ بچ جانے کا ایک موقعہ میرے ہاتھ آگیا ہے چنانچہ میں نے بڑی کوشش سے اپنے آپ کو پانی سے باہر نکال لیا +

مگر یہ مخلصی صرف ایک لمحے کو حاصل ہوئی تھی۔ پل میں گرجتی اور کف نکالتی ہوئی موجوں نے پھر مجھے گھیر لیا۔ گویا وہ چاہتی تھیں کہ اپنے شکار کو کھو دالیں۔ لیکن میں نے چٹان کو بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ پھر از سر نو ہمت کر کے میں اندھیرے میں لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ جب بڑی بڑی موجیں

مجھے گھیر لیتیں تو تھم جاتا۔ اور کسی چٹان کے اُبھرے حصّے کو پکڑ لیتا تھا۔

میرے ہاتھ پیر زخمی ہو گئے تھے۔ آہستہ آہستہ دکھ سہتا ہوا میں سامنے کی اُبھری ہوی زمین کی طرف چلتا رہا۔ یہاں تک کہ جان کے دشمن سمندر کی پہنچ سے باہر ہو گیا مجھ میں ذرا سکت نہ رہی تھی۔ چند لمحوں کے لئے تھم گیا لیکن ایک وحشیانہ ہیبت سے گھبرا کر پھر بھاگنے لگا۔ آخر بے دم ہو کر گر پڑا۔ اب خواہ سمندر مجھے نگل لیتا یا چھوڑ دیتا۔ مجھ میں ہلنے کی بھی ہمت باقی نہ تھی ✦

باب سوم

خطرے کے آثار

اس چٹان پر میں کتنی دیر پڑا رہا۔ اس کا مجھے کچھ علم نہیں
کیوں کہ ضعف و مصیبت کی حالت میں وہ تھوڑا سا وقت مجھے
ایک زندگی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آخر کار دھند آہستہ آہستہ
اٹھنی شروع ہوئی۔ اور جب ایک ہلکی سی گلابی شعاع نے
طلوع آفتاب کی خبر پہنچائی تو میں خوشی کے مارے چلا اٹھا
میں کھڑا ہو گیا اور جوں جوں روشنی زیادہ ہوتی گئی میں
نے بڑے تعجب سے اپنے چاروں طرف دیکھنا شروع کیا۔

مشرق کی جانب جہاں تک نظر کام کر سکتی تھی۔ سمندر ہی سمندر دکھائی دیتا تھا۔ جس میں کسی جہاز کے بادبان کا نام ونشان نہ تھا شمال اور جنوب کی سمت بھی پانی ہی پانی تھا۔ مگر مغرب کی طرف زمین تھی۔ جسے پانی کے ایک چھوٹے سے قطعے نے اس چٹان سے جدا کر رکھا تھا ؛

میں نے اپنے آپ سے کہا "اب تو اس پانی کے قطعے کو عبور کرنا ہوگا کیا جائیگا ؟"

میں لڑکھڑاتا ہوا آہستہ آہستہ کنارے تک پہنچا۔ جہاں پانی آکر چٹان سے ٹکراتا تھا۔ معمولی حالت میں میں شاید ایک لمحے کو بھی تامل نہ کرتا۔ سر تپ رہا تھا۔ اور اعضا شکنی نے نڈھال کر رکھا تھا۔ بار بار خیال آتا تھا کہ اگر طوفانی سمندر کے خطرات سے بچنے کے بعد پانی کے اس ننھے سے قطعے میں جو عام تالابوں کی طرح ساکن نظر آتا ہے۔ ڈوب گیا تو کیسی بد قسمتی ہوگی

خطرے میں پڑوں یا نہ پڑوں ؟ بار بار یہ خیال دماغ میں گونجتا مگر اس پر غور کرنا بیکار تھا۔ کیونکہ اس اجاڑ اور سنسان چٹان پر زندہ بچنا بالکل ناممکن تھا۔ جس طرح کوئی نو آموز پہلی مرتبہ پانی میں اترتا ہے میں بڑی احتیاط سے پانی میں اتر گیا

اور اسے عبور کر لیا۔ نقاہت ورد کی حد تک بڑھ چکی تھی۔ مجھ میں ایک ننھے بچے سے زیادہ طاقت نہ رہی تھی۔ چنانچہ بصد مشکل سے میں اس ذرا سے پانی میں سے گزر سکا۔

مجھے کپڑوں کا کچھ خیال نہ تھا۔ میرے تن پر صرف قمیص اور پاجامہ تھا اور وہ پہلے ہی سے شرابور ہو رہے تھے۔ جس کنارہ پر میں جا کر لگا نیچا اور نشیب وار تھا۔ تھوڑی دور پر درختوں کا ایک کنج نظر آ رہا تھا۔ میں ضعف کے مارے گرتا پڑتا اس کی طرف چل دیا۔

اتنے میں یک لخت کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے دو بچے کھیل رہے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی اگرچہ جنوبی ممالک کی گرم آب و ہوا کی وجہ سے ان کے رنگ گندمی ہو گئے تھے۔ تاہم ان کے یوروپین ہونے میں کچھ شبہ نہ تھا۔ ان کو وہاں دیکھ کر میں بے حد حیران ہوا۔

صرف میں ہی حیران نہ تھا مجھے دیکھ کر وہ بھی متحیر تھے پہلے تو وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ مگر پھر آپس میں کچھ سرگوشیاں کر کے بھاگنے کے لئے مڑے لیکن لڑکا کچھ سوچ کر رک گیا اور سر اٹھا کر میری طرف بڑھا۔

وہ اپنی عمر کے لحاظ سے جو تقریباً چودہ برس کی ہوگی۔ کچھ زیادہ لمبا تھا۔ مگر دُبلا پتلا اور نازک۔ آنکھیں سیاہی مائل بھوری اور بال گھنگریالے تھے۔ لڑکی جسے میں نے صحیح طور پر اس کی بہن بوجھ لیا تھا۔ اس سے تقریباً ایک سال بڑی تھی۔ اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی اس سے پہلے کبھی میری نظر سے نہ گزری تھی ؛

لڑکے نے انگریزی میں مجھ سے پوچھا "تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں کر آئے ؟"

میں نے اسکو مناسب ادب سے جواب دیا کہ میرا نام ڈک ٹمپلٹن ہے۔ میرا جہاز طوفان میں ڈوب گیا۔ اور میں اتفاقیہ اس چٹانی جزیرے پر جو پانی کے قطعے کے مشرق میں ہے آن پہنچا ہوں ؛

یہ سنکر اس نے اپنی ہمشیرہ کو بلا لیا۔ اس نے بڑی درد بھری آواز میں کہا "ہائے! اس بیچارے کو تو چٹان ٹکرا کر چوٹیں بھی آئی ہیں" پھر براہ راست مجھے مخاطب کرکے کہا "تم بھوکے اور تھکن سے چور چور ہو گئے آؤ ہم تمہیں کھانا کھلائیں۔ اور آرام کرنے کو بستر دیں" ؛

میں حقیقت میں اتنا تھک چکا تھا کہ ان سے ملاقات ہو جانے پر حیرت بھی ظاہر نہ کر سکا۔ حالانکہ ان دو بچوں کا ایسے مقام پر مل جانا بڑا تعجب انگیز تھا۔ تاہم میں ان کے پیچھے ہو گیا اور درختوں کے جھنڈ میں سے گزر کر ذرا سی دیر میں ہم ایک گاؤں میں جا پہنچے۔ یہاں کچھ عورتیں اور نیم برہنہ بچے اپنی جھونپڑیوں کے باہر ستا رہے تھے۔

لڑکی نے کہا مرد سب باہر ہیں۔"

ہمیں آتا دیکھ کر اس گاؤں کے باشندے ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ مجھے گھورتے جاتے تھے۔ اور لڑکی سے بڑی میٹھی زبان میں گفتگو کرتے جاتے تھے۔ مگر اس زبان کا ایک لفظ بھی میری سمجھ میں نہیں آیا۔ بہر حال میرے ہمراہی مجھے جلد سے ایک جھونپڑی میں لے گئے۔ دروازہ بند کر دیا۔ اور مجھے کچھ کھانے کو دیا۔ غذا ہی کی اس وقت مجھے بیحد ضرورت تھی۔ اس کے بعد میرے سونے کے لئے انہوں نے ایک کونے میں ایک نرم چٹائی کھول کر بچھا دی۔ اور مجھے لیٹ جانے کو کہا۔

میں خوشی سے لیٹ گیا۔ کوئی پانچ ہی منٹ میں میں گہری نیند سو گیا۔

شام کے قریب باتوں کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی دیکھتا کیا ہوں۔ سامنے ایک لمبا سیاہ فام آدمی میری دونوں دستوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ مجھے یقین تھا وہ میری ہی بابت کچھ کہہ رہا تھا اور میری موجودگی سے کچھ ایسا خوش معلوم نہ ہوتا تھا۔ مگر لڑکی نے دلیری سے اس کا مقابلہ کیا اور اس کی نظروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے میری خاطر وہ اس سے بگاڑ کرنے پر آمادہ ہے ۔

مجھے بیدار دیکھ کر دراز قد آدمی نے جلدی سے کہا ۔

"تم جاگ گیا۔ اٹھو۔ کہاں سے آیا ؟"

میں کھڑا ہو گیا "انگریزی جہاز سے" ۔

وہ اب کہاں" ؟

سمندر کی تہ میں" ۔

اور تم بالکل اکیلا ؟" ؟

اپنے بچھڑے ہوئے ہمراہیوں کے خیال سے مغموم ہو کر میں نے کہا جی ہاں" ۔

بظاہر میرے جواب سے اس آدمی کی کچھ تسلی ہو گئی اور پھر اپنی زبان میں لڑکی سے کچھ باتیں کر کے وہ روانہ ہو گیا ۔

دروازہ بند ہو گیا تو میں نے کہا "یہ تو کوئی عجب آدمی ہے"۔
لڑکی نے جواب دیا "یہ جزیرے کا سردار ہے اور ہر ایک کو اس کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ ٹک تم کہیں اس کو ناراض نہ کر بیٹھنا۔ بڑا غصہ ور ہے۔ اور ——"
لڑکے نے بات کاٹ کر کہا "جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ لٹیکا انسان تھوڑا ہی ہے۔ وحشی درندہ ہے۔ اور ایوا یہ میری بہن کا نام ہے اس شخص کو خوب جانتی ہے"۔
لڑکی نے آہستہ سے کہا "ہیں ہیں میری دیوار کے بھی کان ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم کئی باتوں میں لٹیکا کے ممنون احسان بھی ہیں"۔
میں نے کہا اس سے مجھے یاد آیا کہ آپ کی مہمان نوازی اور احسان کا شکریہ میں نے ابھی تک ادا نہیں کیا۔ مگر انہوں نے مجھے کچھ اور نہ کہنے دیا۔ اور یہ کہہ کر بات ٹال دی کہ یہ تو معمولی بات ہے۔
میں ابھی تک بہت ضعف محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ پھر لیٹ گیا اور کئی دن تک جھونپڑی سے باہر قدم نہ رکھا۔ چنانچہ گاؤں کے باشندے میرے باہر نہ آنے سے بڑے مایوس

ہوئے۔ اس دوران میں ایوا اور اس کے بھائی نے میری بہت خدمت کی۔ اور ہم ایک دوسرے کے دوست بن گئے۔

ان کی داستان بڑی عجیب تھی۔ وہ اسی جزیرہ پر پیدا ہوئے تھے۔ مگر انہیں اپنی والدہ بالکل یاد نہ تھی۔ کیوں کہ ان کے بچپن ہی میں اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ ان کے والد سری سلوسٹر کو مرے چند ہی ہفتے ہوئے تھے ان کی باتوں سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس مقام پر صرف وہی ایک سفید آدمی تھا اور اگرچہ اس کے مطلق العنان شہنشاہی میں کوئی اور حامل نہ تھا۔ لیکن وہ ضروری امور میں وہاں کے باشندوں سے بھی مشورہ کر لیتا تھا۔

"دہیری نے فخر سے کہا" میرا باپ بڑا بہادر تھا جب تک وہ زندہ رہا سب خوش رہے مگر اب لٹیکا یہاں کا سردار بن گیا ہے۔ تو حالات تبدیل ہو گئے ہیں"۔

"تم کو یہ لٹیکا پسند نہیں ہے"؟

"نہیں بڑا بُرا آدمی ہے۔ اور وہ تو ہمیں مار ڈالنے میں بھی تامل نہ کرے۔ صرف ایک بات معلوم کرنے کے خیال نے اسے اب تک روکے رکھا ہے"۔

"میں نے پوچھا وہ کیا"؟

لڑکے نے کہا "ہمارے والد کا راز" اتنا کہہ کر وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر تکنے لگا۔ گویا یہ تفصیل کچھ بیان کرنے سے خائف ہے۔

میں نے تمام معاملہ بیان کرنے پر زیادہ اصرار نہ کیا۔ مگر ایک دو روز بعد پھر اسی موضوع پر گفتگو شروع ہو گئی۔ ہم دونوں جھونپڑی میں بالکل اکیلے تھے کہ اس نے مجھ سے پوچھا "ڈک تمہیں لٹبکا سے ڈر لگتا ہے"؟

"میں نے کہا نہیں تو۔ مجھے ڈر کس بات کا ہونا"؟

"تم میری اور ایوا کی مدد کرو گے"؟

کیوں نہ کرتا۔ بات کیا ہے ہیری"؟

اس نے کہا "لٹبکا ہمیں دھمکیاں دے رہا ہے۔ اور میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ وہ ایوا کی جان لے"۔

میں نے کہا۔ وہ ایسا کیوں کرنے لگا۔ مگر قصہ کیا ہے؟ اسے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں اہل جزیرہ تمہیں بادشاہ نہ بنا لیں"۔

ہیری نے بہت آہستہ سے کہا "نہیں یہ بات نہیں

میں تمہیں سارا قصہ سنائے دیتا ہوں۔ میرے والد کو اس شخص پر ذرا اعتماد نہ تھا۔ چنانچہ اپنی علالت سے کچھ دن پیشتر انہوں نے اپنی تمام جمع پونجی ایک جگہ چھپا دی۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ اس میں کیا کچھ ہے۔ لیکن انہوں نے مجھے اور ایوا کو یہ بتا دیا تھا کہ وہ کس مقام پر مدفون ہے۔ ساتھ ہی ہمیں اس بات کی تنبیہ بھی کر دی تھی۔ کہ لٹیکا کو اس کی اطلاع نہ دینا۔

میں نے کہا۔ "تو کیا یہ بدمعاش اس کے اُڑانے کی فکر میں ہے؟

ہاں وہ ہمیشہ اسی کی باتیں کرتا رہتا ہے۔ سچ پوچھو تو ڈک مجھے اب اس شخص سے ڈر معلوم ہونے لگا ہے۔

میں نے کہا۔ "میری میاں گھبراؤ نہ۔ اب تمہیں ایک ایسا دوست مل گیا ہے جو ہر موقع پر تمہارا ساتھ دے گا۔ یہاں کبھی جہاز نہیں آتے جاتے"؟

بہت کم آتے ہیں۔ اور جب آتے ہیں تو یہ شخص ہمیں اندر بند کر دیتا ہے۔ اپنا تو کوئی خیال نہیں مگر ایوا کا فکر مجھے اکثر پریشان رکھتا ہے۔ کبھی کبھار جب یہ شخص غصے کے مارے آپے سے باہر ہو جاتا ہے تو میں اس سے ڈر بھی جاتا ہوں"۔

"پر تم نے اسے یہ تو نہیں بتایا کہ خزانہ کس جگہ دفن ہے!"
لڑکے نے بڑے جوش سے کہا "ہرگز نہیں اور نہ کبھی بتاؤں گا۔ میں نے اپنے باپ سے اس بات کا اقرار کیا تھا"
"اس جزیرہ پر تمہارا اور کوئی مددگار نہیں ہے؟"
"ہیں تو سہی مگر سب کے سب سردار سے ڈرتے ہیں۔ وہ جو چاہتا ہے۔ ان سے کروا سکتا ہے"
"اچھا اگر تم اس سے کھلم کھلا لڑائی کرو تو وہ لوگ تمہاری مدد کریں گے"؟
لڑکے نے بلا تامل کہا "نہ ان میں سے چند ایک مدد کرنا بھی چاہیں گے تو اس کے ڈر کے مارے نہ کریں گے"
اسی وقت ایوا جھونپڑی میں داخل ہو گئی۔ ہیری چونکہ نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ ان باتوں سے پریشان ہو جائے اس لیے اور باتیں کرنے لگا۔ حالانکہ یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ دل میں بہت گھبرایا ہوا ہے۔

مزید تشویش

چونکہ اپنی علطیوں کے اخفا یا ایسی دانشمندی کے اظہار سے جو انسان میں درحقیقت موجود نہ ہو۔ کچھ فائدہ نہیں۔ اس لئے میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ہیری کے خوف کو اس کی کم ہمتی سے منسوب کیا۔ تاہم ارادہ کرلیا کہ لیٹیکا کی بڑے غور سے نگرانی کروں گا۔ اور جب کبھی موقعہ ملے گا تو ایوا سے بھی گفتگو کروں گا؛

لڑکی سے باتیں کرنے کا موقع جلدی حاصل ہو گیا۔ اور

میں نے فوراً ہی اس امر کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔
اس نے اطمینان سے کہا "معلوم ہوتا ہے۔ میری تم سے باتیں کرتا رہا ہے۔ اس نے کیا کچھ کہا ہے"؟
میں نے کہا "بہت کم۔ اس کا خیال ہے کہ لیبکا تمہارے والد کا خزانہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے حصول میں وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھے گا۔ میرے خیال میں تو میری کو خواہ مخواہ کا وہم ہو گیا ہے۔
اس کے برعکس میرے بھائی کے خوف کرنے کی معقول وجہ ہے۔ ایک زمانے میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ لیبکا ہمارا بڑا دوست ہے۔ لیکن جب سے ہمارے والد کا انتقال ہوا ہے اس کی دوستی کی قلعی کھل گئی ہے"۔
اگر تم اسے یہ خزانہ دے دو تو"؟
"اس سے کیا ہو جائے گا۔ ہم پھر بھی اس کے راستہ میں حائل ہوں گے"۔
لڑکی کے لہجہ میں مجھے کچھ خاص بات معلوم ہوئی تو میں نے اسے بڑے غور سے دیکھا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ سکون جو اس نے اختیار کر رکھا ہے۔ بالکل بناوٹی ہے۔ اور دراصل

وہ بھی اپنے بھائی کی طرح بڑی خوف زدہ ہے۔

میں نے آہستہ سے کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ بدمعاش تمہیں ایذا پہنچائے گا؟"

مجھے تو اس کا پورا یقین ہے اور ڈک تمہیں بھی خبردار رہنا چاہئے۔ تم دراصل ہم سے بھی زیادہ خطرے میں ہو۔ وہ جانتا ہے کہ تم ہمارے دوست ہو اور ہمارے بچانے کی کوشش کرو گے۔"

میں نے بڑے جوش سے کہا۔ "ہاں میں آخری دم تک تمہاری مدد کروں گا۔ میں لڑکا سہی۔ مگر جو کچھ بھی میرے بس میں ہوگا میں اٹھا نہ رکھوں گا۔"

اس نے بڑے دلفریب تبسم سے میری طرف دیکھا اور ایسی محبت سے کہا۔ "ڈک مجھے تم سے یہی امید ہے۔" کہ مجھے یہ معلوم ہونے لگا کہ اس لڑکی کی خاطر دنیا کے بڑے سے بڑے خطرے میں پڑ جانا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

ایوا کی اس گفتگو کے بعد میں نے للیکا کی اور بھی زیادہ نگرانی شروع کردی۔ اور بڑی جلدی سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے دوستوں کا خوف بے جا نہیں ہے۔ تمام

شک شبہے اس نے خود ہی مٹا دیئے ۔

جیسا میں پہلے بیان کر چکا ہوں ۔ شروع شروع میں اسنے یہ ظاہر کیا تھا ۔ کہ میرا آنا اسے ناگوار گزرا ہے لیکن رفتہ رفتہ اس کا رویہ تبدیل ہو گیا ۔ اور اس نے مجھ سے دوستی کا اظہار شروع کر دیا ۔ مجھے طرح طرح کے تحفے دیتا اور اپنے مکان پر اور باہر سیر و تفریح میں مجھے اپنے ساتھ ساتھ رکھتا ۔ یہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس سے کیا نتیجہ نکالوں ۔ لیکن چونکہ اس کے ساتھ رہنا میری اغراض کے لیۓ مفید تھا ۔ اس لیۓ میں خاموش رہا ۔

اس طرح بغیر کسی حادثے کے دن اور ہفتے گزرے چلے جا رہے تھے ۔ آخر ایک روز شام کو اس بدمعاش نے اپنی نیت بیان کی ۔ مجھ سے کہنے لگا ۔ کہ میں اور مسٹر سلوسٹر سب کاموں میں آدھے کے حصہ دار تھے ۔ اور جب سے یہ انگریز مرا ہے اس کی تمام جمع پونجی غائب ہو گئی ہے ۔ حالانکہ اس میں سے آدھی کا حقدار میں ہوں ۔ لڑکے اور لڑکی دونوں کو معلوم ہے کہ وہ کس جگہ پوشیدہ ہے ۔ مگر وہ مجھے اس کا پتہ بتانے سے انکار کرتے ہیں ۔

اتنی سی بات اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کرنے میں اسے کافی عرصہ لگا۔ تاہم میں صبر سے سنتا رہا۔ اور دل ہی دل میں حیران تھا۔ کہ دیکھوں اب اس تمام گفتگو کا نتیجہ کیا نکلتا ہے ۔

اس بدمعاش نے بہت دیر تک مجھے شبہ میں نہ رکھا جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ تھا۔ کہ تم اپنے دوستوں سے یہ راز معلوم کرلو اور پھر ہم خزانہ کو آپس میں بانٹ لیں گے ۔

آخر میں مکار جنگلی نے مسکرا کر کہا "پھر تم امیر جہاز آیا۔ تم چڑھ گیا۔ اپنے ملک کا امیر"۔

میں نے کہا بات تو مزے کی ہے۔ لیکن فرض کرو اگر میں تمہارا شریک نہ بنوں تو"

لٹیکا کا تبسم جیسے کسی جادو سے غائب ہو گیا۔ اور اس کا ہاتھ اپنی بندوق پر جا پڑا جو اس نے ایک امریکن تاجر سے خریدی تھی"۔

کہنے لگا "سفید لڑکا پاگل کا بات نہیں۔ خزانہ جلدی معلوم۔ ایک رات بندوق چلے گا۔ لٹیکا خزانہ لے گا"۔

میں نے جواب دیا "یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر شاید یہ کام اتنا سہل نہ ہو جتنا تم خیال کرتے ہو۔ فرض کرو۔ وہ مجھے بتانے سے انکار کردیں"۔؟

اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا "سفید لڑکے کے لئے بُرا۔ بہت بُرا" ۔

میں نے اس سے پوچھا کہ خزانہ کے پوشیدہ مقام کا پتہ لگانے کے لئے تم مجھے کتنی مہلت دو گے۔ تو اس نے جواب دیا کہ دو ہفتے۔ یہ کہہ کر اس نے گفتگو یک لخت بند کر دی۔ اور مجھے طرح طرح کے خیالات میں اُلجھا کر وہاں سے چل دیا ۔

یقین مانو کہ اس رات مجھے بالکل نیند نہ آئی۔ اپنے دوستوں کو دھوکا دینے کا تو خیال تک میرے دل میں نہ تھا اور اگر میں اپنی جان بچانے کی خاطر کہیں ایسا کر بھی بیٹھتا تو حماقت ہوتی۔ کیونکہ سپریڈیکا مجھے بھی بہت جلد ٹھکانے لگانے کا طریقہ نکال لیتا۔ بڑی خطرناک صورت حالات تھی۔ اور میں اس پر جتنا بھی غور کرتا تھا مجھے یہ اتنی ہی مصیبت ناک معلوم ہوتی تھی ۔

ہماری زندگی بالکل سردار کے رحم پر موقوف تھی۔ بھاگ نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اہل جزیرہ اس سے اتنے سہمے ہوئے تھے کہ ہماری امداد کے لئے ہاتھ نہ اُٹھا سکتے تھے۔ اور ہیری نے مجھے یقین دلایا تھا کہ کسی آتے جاتے جہاز سے امداد کا متوقع رہنا بے سود تھا ۔

پہلے پہل میں نے ہیری اور اس کی بہن سے اس ناپاک تجویز کے متعلق کچھ نہ کہا۔ کئی دنوں تک ادھر ادھر گھومتا رہا۔ بار بار بھاگ نکلنے کی تجاویز بناتا لیکن جہاں وہ کوئی خاص صورت اختیار کرنا شروع کرتیں۔ خود ہی انھیں رد کردیتا۔

ان میں جو تجویز سب سے زیادہ امید افزا معلوم ہوتی تھی یہ تھی۔ وحشیوں میں ایک بوڑھا آدمی کسی قدر ذی اثر تھا۔ یہ پجاری بھی تھا طبیب بھی اور اس کا دادا کسی زمانہ میں اس جزیرہ کا بادشاہ رہ چکا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ شاید معقول رشوت لے کر یہ بوڑھا ہماری امداد پر آمدہ ہوجائے لیکن جب میں نے اس معاملہ کا بڑی احتیاط اور سمجھ سے اس سے ذکر کیا۔ تو وہ سردار سے اس قدر خائف معلوم ہوا کہ میں نے جلدی سے اس بات کا مذاق بنا کر اسے ٹال دیا۔

ایک دوسری تجویز پر جس میں کامیابی کی کچھ امید نظر آتی تھی۔ میں بہت عرصہ تک غور کرتا رہا۔ ہمارا اصل دشمن جو ہمارے خلاف مصروف عمل تھا۔ لٹیکا تھا۔ میں نے سوچا۔ اگر ہم پہلے اسی کو اپنے قابو میں لیں تو پھر شاید اہل جزیرہ سے انصاف کی درخواست رائیگاں

نہ جا سکے۔ لیکن اس کے لئے بے حد دلیری کی ضرورت تھی۔ ساتھ ہی خطرہ بھی بے حد تھا۔ لیکن ادھر جو تباہی سر پر منڈلا رہی تھی وہ بھی کچھ کم نہ تھی۔ چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا۔ کہ ایوا سے مشورہ کروں گا ؛

مجھے لڈیکا سے گفتگو کئے ایک ہفتہ گزرا ہو گا۔ کہ میں ایک روز رات کو پتھریلے ساحل پہ کھڑا دور تک پھیلے ہوئے ساکت سمندر کو خواب آلود نگاہوں سے تک رہا تھا۔ ہر ایک چیز ساکن اور خاموش تھی۔ سوائے سوچوں کی روانی کے اور کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ رات بڑی خوشنما تھی تمام کالا آسمان ننھے ننھے تاروں سے دمک رہا تھا۔ بس کہیں کہیں روئی کے گالوں جیسے بادل کے ٹکڑے ادھر ادھر اڑتے پھر رہے تھے۔ اس وقت میں نے اپنا ارادہ پختہ کر لیا ؛

میں گاؤں کی طرف چل پڑا اور دل میں کہنے لگا بس صبح کو ایوا سے گفتگو کروں گا۔ اور اپنی تجویز اسے بتاؤں گا۔ وہ بڑی سمجھ دار لڑکی ہے۔ فوراً اندازہ لگا لے گی کہ تجویز کس قابل ہے بھی یا نہیں ؛

میں آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ جھونپڑیوں کی ایک قطار

کے آخر تک پہنچا ہوں گا کہ مجھے کسی کی آواز سنائی دی۔ میں
رک گیا۔ ایک سیاہ آدمی ایک گڑھے میں چھپا ہوا بیٹھا
تھا۔ ستاروں کی روشنی میں میں نے پہچان لیا کہ یہ مسٹر سلوسٹر
کا ایک پرانا خادم ہے۔

یہ دیکھکر میں متوجہ ہو گیا ہوں۔ اس نے اپنی انگلی
ہونٹوں پر رکھی اور مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کردیا اور
پھر آہستہ سے کہا۔ "گورے لڑکے سن جب جال اچھا ہوا ہو
تو ہوشیار پرندہ اپنے بازو پھیلاتا ہے اور اڑ جاتا ہے۔ میرے
الفاظ اس لڑکے نے سمجھ لئے جس کو سمندر کی لہریں اس زمین
پر چھوڑ گئی ہیں"۔

میں نے کہا۔ "ہاں تمہارے الفاظ واضح ہیں۔ اور
صلاح نیک۔ مگر بدقسمتی سے اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا ہے
مضبوط بازوں والا پرند تو سمندر پار کر سکتا ہے۔ مگر بے بال
و پر پرند اس کے سوا اور کیا کر سکتا ہے کہ زمین ہی پر رہے
اور پکڑا جائے"۔

وحشی نے جواب دیا۔ "تین سورج غروب ہو لیں تو۔ گورا
لڑکا اسی راستے آئے۔ اور اپنے ساتھ پرانے سردار کے

بیٹے ہیری کو بھی لائے۔ اس عرصے میں اپنی زبان بند رکھنے
انداز گفتگو تو کچھ اور تھا لیکن میں اس کی اہمیت کو سمجھتا
تھا۔ چنانچہ میں نے اسے یقین دلایا کہ اس نصیحت پر عمل
کیا جائے گا۔ اس کے بعد میں خیالات میں غرق خاموشی
سے آگے بڑھ گیا۔

اس وحشی کی تنبیہ نے اگرچہ خطرے کو اور بھی نمایاں اور
واضح کر دیا تھا۔ تاہم میں کسی قدر خوش تھا۔ کیوں کہ اب معلوم ہو
تھا۔ کہ یہاں کم سے کم ایک اور وفادار دوست تو ایسا ہے
جو اپنے پرانے سردار کے بچوں کی خاطر خطرے میں پڑنے
کو آمادہ ہے۔ اس نے کیا تجویز ہمارے بچانے کو سوچی تھی
میں نہ پوچھ سکا۔ تمام معاملے پر از سرِ نو غور کرنے کے بعد میں
اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ لٹیکا کو قابو کر لینے کی تجویز کے متعلق ایوا کی
رائے ضرور لینی چاہیئے۔

اسی خیال سے دوسرے دن صبح کے وقت میں نے کچھ
بہانہ بنایا۔ اور ایوا کو اس کے بھائی سے علیحدہ کر کے سیر کو
لے گیا۔ ہم چپ چاپ برابر برابر چلتے رہے۔ اور درختوں
کے اس جھنڈ کو روانہ ہو گئے جو پانی کے قطعے کی طرف

جاتا تھا۔ وہاں تقریباً اسی مقام پر جہاں میں نے اسے پہلے پہل دیکھا تھا وہ مڑی اور میرا چہرہ دیکھنے لگی۔ پھر بولی "ڈک کیا بات ہے۔ تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بُری خبر سُنانا چاہتے ہو۔"
میں نے کہا "میں موجودہ خبر سے بدتر خبر نہیں سُنا سکتا۔ لیکن تمہیں اس کے مقابلے کے لیے جرأت سے کام لینا چاہیے۔"
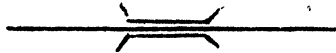
اس یادگار صبح کو گزرے کئی برس ہو چکے ہیں مگر میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس روز ایوا کیسی شجاع نظر آرہی تھی۔ اور اس کے چہرے سے کیسا استقلال نظر آرہا تھا۔

اس نے خندہ پیشانی سے کہا "ڈک گھبراؤ مت۔ جو بات ہے سچ سچ بتا دو۔ بدترین بات کا معلوم ہو جانا ہمیشہ بہتر ہوا کرتا ہے۔ میرا خیال ہے۔ وہی پرانی داستان ہوگی"

میں نے جواب دیا "ہاں وہی ہے۔ مگر اب اس کا ایک

نیا باب شروع ہوا ہے۔ ٹیکا بے تاب ہوا جا رہا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔" اس میں کوئی ایسی نئی بات تو معلوم نہیں ہوتی۔"

میں نے کہا۔" ایوا سنو وہ اب زیادہ عرصہ انتظار نہ کرے گا چپ چاپ بیٹھے رہنے سے گزر نہ ہو گا۔ ایک خونخوار لڑائی کا ہونا لازمی ہے۔ اور۔ اور ——"

"ہاں کہو۔ تمہارا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مار ڈالے گا افسوس صرف اس بات کا ہے کہ ہمارے ساتھ تم بھی دھر لئے گئے ہو۔"

میں نے کہا۔" مجھے اپنا خیال تو نہیں ہے۔ مجھے تو تمہارا اور ہیری کا خیال آ رہا تھا۔ ایوا دیکھو اب کچھ نہ کچھ کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر میں نے اسے لٹیکا کا تمام قصہ سنایا۔

ساتھ ہی کہا۔" ایک ہفتہ تو گزر چکا۔ صرف چند روز باقی رہ گئے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا جائے۔ یعنی یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ وہ جو جی چاہے کرتا رہے اور میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں۔"

اس نے پوچھا "مگر ہم کر کیا سکتے ہیں؟ ہم تو بالکل اس کے بس میں ہیں"۔

میں نے کہا "میری رائے میں مجھے ایک بڑی اچھی تجویز سوجھی ہے۔ اور اسی کے بتانے کو میں تمہیں آج یہاں تنہا لایا ہوں۔ تم نے کہا تھا کہ۔ اہل جزیرہ لڈیکا کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ مگر اس سے بے حد ڈرتے جو ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نچلے طبقے کے کئی لوگ اس کے شریک حال ہیں"۔

"لیکن اگر ان کا کوئی سردار نہ رہے۔ تو غالباً وہ کچھ نہ کر سکیں"۔

لڑکی نے جلدی سے میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں جوش سے چمک رہی تھیں۔ اور اس کے سرخ رخساروں پر ایک غیر معمولی رنگ نظر آ رہا تھا۔

اس نے جلدی سے کہا "کہو ڈک کیا بات ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم نے کوئی تجویز سوچی ہے۔ اور جہاں تک میں اندازہ لگا سکتی ہوں۔ بڑی خطرناک تجویز ہے"۔

ہاں ہے تو بڑے حوصلے کا کام مگر جانتی ہو کہ خطرناک امراض میں خطرناک علاج ہی کی ضرورت ہوا کرتی ہے"۔

میں نے اسے اپنی تجویز بتائی کہ میں چاہتا ہوں کسی طرح سردار کو پھانس کر قابو میں کر لیا جائے۔ اور پھر یہاں کے باشندوں سے اس کی رہائی کا معاملہ طے کیا جائے گا۔

وہ بڑے غور سے سنتی رہی۔ مگر اس کی نظروں سے مجھے معلوم ہو گیا۔ کہ تجویز اسے پسند نہیں آئی۔

میں نے کہا "تمہیں یہ خیال پسند نہیں ہے" اس نے اپنا سر ہلایا۔ اور بڑے افسوس ناک لہجے میں کہا "ڈک یوں کہاں ہو سکتا ہے۔ سب سے اوّل تو یہ خطرہ ہے کہ شاید اس کوشش میں تم مارے جاؤ۔ اور میں تمام عمر تمہیں اس کی اجازت دینے پر اپنے آپ کو ملامت کرتی رہوں۔ پھر یہ ڈر ہے کہ اگر تم کامیاب بھی ہو جاؤ تو شاید یہاں کے باشندے طرفین کی حمایت کریں اور خانہ جنگی شروع ہو جائے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ ایک دفعہ بھڑک اٹھتے ہیں تو یہ لوگ کیسے خوفناک ہو جاتے ہیں۔ پھر ڈک میرے آبا جان کو ان لوگوں سے بڑی الفت تھی۔ اور اس کی اولاد کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو تباہ و برباد کر دیا جائے۔"

"لیکن آخر تمہیں اپنے آپ کو بچانے کا حق بھی تو حاصل

ہے"

ہے تو سہی۔ مگر اس کا یہ طریق تو نہیں۔ کہ دوسروں کو مصیبت میں مبتلا کیا جائے۔ اس کا صرف ایک ہی حل ہے۔ کہ خزانہ سے دے ڈالنا چاہیئے"۔

اس پر میں نے بگڑ کر مخالفت شروع کر دی۔ لیکن لڑکی اسی طرح اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہی "ڈک جوش میں آنے سے کیا حاصل؟ ہم نے اگر اب بھی انکار کیا۔ تو نتیجہ یہ ہوگا کہ۔ پہلے وہ تمہیں مار ڈالے گا۔ اور پھر ہمارا کام تمام کر دے گا۔ لیکن اگر ہم نے خزانہ دے ڈالا تو شاید وہ ہمیں کسی انگریزی یا امریکن جہاز پر رخصت ہونے کی اجازت دے دے"۔

میں نے کہا "ہاں اسی لیئے تو جانے دے گا کہ ہم اپنی داستان جہاز رانوں کو سناتے پھریں۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔ ایوا۔ تمہیں صاف معلوم نہیں ہوتا۔ کہ خزانہ قابو میں کرتے ہی اسے سب سے بڑی فکر یہ ہوگی۔ کہ کسی طرح ہم لوگوں کو لگا ئے۔ بس اب تو اس کے سوا چارہ نہیں رہا۔ کہ ہم اسے مار ڈالیں۔ ہم نے اس کی جان نہ لی تو وہ ہم کو مار ڈالے گا"۔

اس امر پر جو اظہر من الشمس تھا۔ بحث کرانے یا اسے نمایاں کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ لڑکی کو خود واضح طور پر معلوم تھا کہ آخر کیا ہو کر رہنا ہے۔ مگر وہ بڑی رحم دل تھی۔ اور اس کا جی نہ چاہتا تھا کہ خود جنگ وجدل کا باعث بنے ؛

آخر کار مجھ سے یہ وعدہ کر کے کہ میری رائے لئے بغیر وہ کچھ نہ کرے گی۔ وہ اپنی جھونپڑی کو واپس چلی گئی۔ اور میں پانی کے قطعے کے قریب ٹہلتا رہا اور اس معمہ کا حل سوچتا رہا۔ اب تک میری ہر تجویز بے کار ثابت ہوئی تھی اور اس کے سوا چارہ نہ رہا تھا۔ کہ اب میں مسٹر ساوسٹر کے بوڑھے خادم کی ترکیب پر بھروسہ رکھوں۔ وہ کیا کچھ کر سکتا ہے۔ یہ میری سمجھ میں نہ آتا تھا۔ چنانچہ میں نہایت متفکر وہاں سے گاؤں کی طرف لوٹ آیا ؛

لٹیکا اپنے جھونپڑے کے چبوترے پر آرام کر رہا تھا مجھے آتے دیکھ کر اس نے مجھے اپنے پاس بلالیا ؛

ہیبت ناک طریق سے دانت نکال کر پوچھنے لگا ؛

سفید لڑکے۔ دن گنتا ہے"

میں نے جھلا کر کہا۔" ہاں "

" سفید لڑکے! ابھی تک کوئی خبر نہیں۔ اچھا بات نہیں"

میں نے جواب دیا۔" مجھے ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہوا۔ شاید تمہیں غلطی ہوئی۔ خزانہ موجود ہی نہ ہوگا" یہ سن کر اس بدمعاش نے قابلِ نفرت طریق پر ایک قہقہہ لگایا۔

بولا۔" لنگیکا غلطی نہیں کرتا ۔ سفید لڑکا شاید غلطی کرتا۔ سفید لڑکے کے لئے بری بات"

اب ان الفاظ کے معنی سمجھنے میں کیا غلطی ہوسکتی تھی۔ یہ پاجی جتنے صاف الفاظ میں کہہ سکتا تھا کہہ رہا تھا۔ کہ اگر میں نے اس کی منشار پر عمل نہ کیا تو زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکوں گا۔ اب لے دے کر صرف ایک اُمید باقی رہ گئی تھی اگرچہ اس میں بھی کامیابی کی کچھ توقع نظر نہ آتی تھی" تاہم میں مایوس نہ ہوا۔

مسٹر سلوسٹر کے پرانے نوکر سے غیر متوقع طور پر ملاقات ہوئے تین روز گزرے تھے کہ میں نے شام کے وقت ہیری سے اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا۔" وہ ضرور موتو ہوگا۔ اس

نے دوسرے وحشیوں سے اس معاملے کا حال سن لیا ہوگا۔ مگر خدا معلوم وہ ہماری امداد کیوں کر کرے گا؟"

"یہی تو ہمیں دریافت کرنا ہے۔ مگر اس معاملہ میں بڑی احتیاط برتنی چاہیئے۔ شاید لٹیکا خفیہ طور پر ہماری نگرانی کروا رہا ہو۔ مناسب ہے کہ ہم مونو لو کی جھونپڑی کے باہر ہی اس سے ملیں۔ خوش قسمتی سے رات بھی اندھیری ہوگی، ہاں یہ تو بتاؤ یہ شخص مونو لو قابل اعتماد بھی ہے"؟

لڑکے نے فوراً جواب دیا "ہاں اسے میرے باپ سے بہت الفت تھی۔ وہ میرے اور ایوا کے لئے سب کچھ کر گزرنے کو آمادہ ہوگا" لیکن ساتھ ہی ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مگر اس مصیبت میں وہ ہماری کیا امداد کر سکے گا!"

"مگر اس نے کچھ نہ کچھ سوچا ہی ہوگا۔ ورنہ کیوں ہمیں ملنے کو بلاتا۔ ملاقات کے لئے سب سے موزوں وقت کون سا ہوگا"؟

"میرے خیال میں دس بجے رات کے"۔

"اچھی بات۔ پھر میں اسی وقت باہر چلا جاتا ہوں۔ کہ کسی کو کسی قسم کا شبہ نہ ہونے پائے۔ دوسری طرف کا چکر

کاٹ کرسونو لو کے مکان پر پہنچوں گا۔ بہتر ہو۔ کہ تم اتنے میں تمام معاملہ ایوا کو بتا دو۔ ورنہ وہ پریشان رہے گی۔ یاد رکھنا دس بجے ملنا ہے اور خیال رکھنا۔ کہ کوئی پیچھا نہ کرے۔ بڑا خطرناک کھیل کھیل رہے ہو"۔

اپنے خیال سے نہیں۔ تو ڈک تمہارے خیال سے میں بہت محتاط رہوں گا۔ مجھے تو بعض اوقات خیال آتا ہے کہ لڈیکا جو کچھ معلوم کرنا چاہتا ہے۔ تمہاری خاطر اس کو بتا دوں۔ اپنے ساتھ تمہیں بھی اس مصیبت میں کھینچ لینا مجھے مناسب نہیں معلوم ہوتا"۔

میں نے کہا کیسی فضول باتیں کرتے ہو۔ انہیں اپنے دل سے نکال ڈالو۔ یہ محض حماقت ہے۔ ایک دفعہ لڈیکا کو خزانہ مل گیا۔ تو پھر وہ تمہیں کیوں زندہ چھوڑنے لگا۔ اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے وہ تم سے مخلصی حاصل کرنا چاہے گا میری اب تو ہم تینوں ایک ہی ناؤ پر سوار ہیں۔ اور اب چاہے ممکن بھی ہو میں اترنا گوارا نہ کروں گا۔

ایک مرتبہ تم نے اور ایوا نے میری جان بچائی ہے اور اس احسان کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا"۔

ہیری نے بڑے تپاک سے میرا ہاتھ دبایا۔ اور کہا "ڈک تم بڑے نیک ہو۔ ہماری اب چاہے کچھ ہی حالت ہو۔ مگر مجھے امید ہے کہ تم سلامت بچ جاؤ گے"۔
مجھے یہ بات کسی صورت میں بھی ممکن نظر نہ آتی تھی لیکن میں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا "نہیں۔ بڈھا مونولو ضرور ہم سب کے فرار کا کوئی طریق نکال لے گا"۔
یہ کہہ کر میں اس کے پاس سے رخصت ہو گیا۔ اور بظاہر بلا مقصد ٹہلتا ہوا دور نکل گیا۔ آخر درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچکر میں چھپ کر بیٹھ رہا۔ اور انتظار کرنے لگا کہ وقت آئے۔ تو مونولو کی جھونپڑی کو روانہ ہوں"۔
ہمارا خیال صحیح تھا کہ خوش قسمتی سے رات تاریک ہے لیکن میں پھر بھی بڑی احتیاط سے چکر کاٹتا ہوا روانہ ہوا بڑی احتیاط سے چھپتا چھپاتا دبے پاؤں جا رہا تھا۔ بار بار تھم جاتا۔ اور سننے لگتا کہ کسی قسم کی آواز تو نہیں آ رہی جہاں تک میرا خیال ہے۔ کسی نے میرا پیچھا نہ کیا تھا" اور میں کسی شخص سے دوچار ہوئے بغیر مقام معینہ پر پہنچ گیا۔ چند منٹ کے بعد ہیری بھی آن پہنچا۔ مجھے تو نگرانی

کے لئے کھڑا کر دیا اور خود گھٹنوں کے بل جھونپڑی کی دیوار کی طرف بڑھا۔

اس تاریکی میں مونو لو مجھے کسی طرح نظر نہ سکتا تھا لیکن بہت جلد ہیری کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ دیسی زبان میں بڑی دبی آواز سے گفتگو کر رہا تھا۔ اس کے بعد ایک دوسری آواز نے اسے جواب دیا۔ گفتگو خاصی دیر تک جاری رہی۔ اور اس دوران میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تاریکی کو گھورتا اور بڑی احتیاط سے ہر آہٹ کو سنتا رہا۔ مجھے یہ خطرہ تھا کہ کہیں ایک لخت ہی دشمن ہم پر نہ آ پڑے۔

اتنے میں گفتگو ختم ہو گئی اور میری جان میں جان آئی۔ اس کے بعد ایسی آواز آئی جیسے کوئی جانور زمین پر گھسٹ کر چل رہا ہے۔ ذرا سی دیر میں ہیری نے آ کر میری ٹانگ کو چھوا۔

"لو آؤ۔ جلدی سے اپنی جھونپڑی کو چلیں۔ مونو لو نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ ضائع کرنے کو ذرا سا وقت بھی نہیں ہے" یہ کہتے ہوئے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

اس کو پریشان دیکھکر میں نے اس سے کوئی سوال
نہ کیا۔ بلکہ فوراً ہی اس کے پیچھے ہولیا۔ اور تھوڑی دیر
میں ہم اندھیرے میں غائب ہو گئے۔"
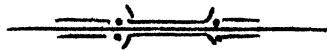
ایوا ہماری واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ ہم ہانپتے کانپتے اندر داخل ہوئے تو مدھم سے چراغ کی روشنی میں مجھے نظر آیا۔ کہ وہ بڑی سراسیمہ اور پریشان ہے۔ ہیری کے چہرے پر بھی مردنی چھائی ہوئی تھی۔ بہن نے اس کی واپسی پر ہلکی سی آواز میں اطمینان ظاہر کیا تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔

آخر خود ایوا ہی نے اس دہشت انگیز سکوت کو توڑا۔ پوچھنے لگی "ہیری تم مونولو سے مل لئے؟" ہیری نے

اثبات میں سر ہلا دیا؛
اس نے پرسکون آواز میں کہا" مونو لو نے تمہیں ڈرا دیا ہے؟ کیا کہتا تھا"؟
لڑکے کی آنکھیں اشک آلود تھیں۔ مگر وہ بڑا جری تھا جواب دینے سے پہلے اس نے اپنی حالت درست کر لی؛
آخر کار اس نے جواب دیا" مونو لو نے لیڈیکا کی تجویز سن لی ہے۔ ایوا مجھے یہ بات تم سے کہنے کا حوصلہ نہیں پڑتا؛
اس کی بہن نے بڑی ہمت سے کہا" میری مرد ہو وہ یاد سے زیادہ یہی کر سکتا ہے نہ کہ ہمیں مار ڈالے۔ یہ ہمیں پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کب اس کا ارادہ ہے"؟
آج سے تین روز بعد ہم اس کی جھونپڑی میں قید کر دیے جائیں گے۔ پھر اگر ہم نے اس کے سوالوں کا جواب نہ دیا تو وہ ڈک کو مار ڈالے گا۔ اس کے بعد اس کا ارادہ ہے کہ تم سے دریافت کرے۔ اور اگر تم بھی انکار کرو۔ تو مجھے ہلاک کر ڈالے"؛
ایوا کے رخسار پہلے تو تمتما اٹھے لیکن پھر لہو غائب ہو گیا وہ پیلی پڑ گئی اور کانپنے لگی۔ آخر اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور

ہلکے سے کہا "مونو لو کو اس بات کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ ہمیں ڈرانے کے لئے جو افواہیں مشہور کی جا رہی ہیں وہی اس نے سن لی ہوں گی۔"

میں نے اسے بیچ میں ٹوک دیا اور کہا میرے خیال میں اس نے جو کچھ کہا ہے درست ہے۔ ٹیکا بڑا بے رحم وحشی ہے وہ ہم لوگوں سے قطعی اس قسم کا سلوک کرے گا۔ مجھے تو اس بات پر تعجب ہے کہ وہ اب تک کیوں چپ رہا ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ مونو لو نے صرف خطرہ ہی بتایا یا اس سے بچنے کا کوئی طریق بھی تجویز کیا؟"

ہیری نے کہا جب تم اس کی تجویز سن لو گے تو تب تمہیں یقین آئے گا کہ واقعی سردار اپنے ارادے پر تلا بیٹھا ہے میرے قریب آ جاؤ۔ ابا جان کہا کرتے تھے "دیوار ہم گوش دارد"۔

ہم دونوں ہیری کے دونوں طرف فرش پر بیٹھ گئے اور وہ سرگوشیوں میں مونو لو سے اپنی ملاقات کا حال سنانے لگا۔

اس نے کہا "میں سب سے پہلے یہ بات تمہارے ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ مونو لو خود بہت ڈرا ہوا ہے۔ اور ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہو فوراً کر ڈالنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک دو روز کے بعد سب کچھ بے سود ہو گا۔"

میں نے کہا تجویز معلوم ہو جائے تو پھر فیصلہ کرنے میں کیا دیر لگے گی"۔

اس نے کہا "تو سنو۔ اس جزیرے کے جنوب مشرق میں کوئی پچاس میل دور ایک اور جزیرہ ہے۔ وہاں فلستھ نامی ایک سوداگر رہتا ہے۔ وہ بڑا نیک شخص ہے اور والد مرحوم کا بڑا دوست بھی تھا۔ وہ بڑا ذی اثر شخص ہے۔ اور باشندے اس کی حکم عدولی کی جرات نہیں کر سکتے۔ اگر ہم کسی طرح اس کے پاس پہنچ جائیں۔ تو لٹیکا کیپٹیا رہ جائے"۔

میں نے غور کرتے ہوئے کہا۔ "کہے جاؤ۔ غالباً مونو لو کی مراد اسی بات سے تھی۔ جب اس نے کہا تھا کہ پرندہ اپنے بازو پھیلاتا ہے۔ اور اڑ جاتا ہے۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ پر کہاں سے آئیں"؟

مونو لو خود انتظام کرے گا۔ اس کے پاس ایک چھوٹی سی کشتی ہے۔ جس میں ہم سب آرام سے آسکیں گے۔ اور وہ خود ہمارے ہمراہ چلنے کے لئے آمادہ ہے۔ چند سال ہوئے اس نے کئی مرتبہ یہ سفر کیا تھا"۔

میں نے کہا۔ ساکت سمندر میں پچاس میل کا سفر تو

کوئی بڑی بات نہیں۔ ننھی سی کشتی میں بآرام طے ہو سکتا ہے ایوا بڑا اچھا موقع ہاتھ آیا ہے اسے کھونا نہیں چاہیئے"۔

اس نے پوچھا "اور مونو لو کا کیا حشر ہو گا"؟ اس پر ہیری نے اس کی بات کاٹ کر کہا "اس کا انتظام ہم کر لیں گے مسٹر ملنسنیجم خود اس بات کا بندوبست کریں گے کہ اسے ضرر نہ پہنچے۔ دیکھو ایوا۔ اب طرح طرح کے اعتراض کرنا حماقت ہے۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ یا ہم چلے جائیں یا یہیں ٹھہریں اور مر جائیں۔ کیوں ٹھیک کہتا ہوں نہ ڈک"؟

میں نے جواب دیا "ہاں تم نے تو دریا کوزے میں بند کر دیا"۔

ایوا نے پوچھا "اور چلنا کب ہو گا"؟

"کل رات ایک دن اور ٹھہر سکتے تھے۔ مگر مونو لو کہتا ہے جس معاملہ میں ٹیبکا کا تعلق ہو اس میں ذرا سی بھی تاخیر خطرے سے خالی نہیں۔ میری اپنی رائے بھی یہی ہے"۔

میں نے کہا "دوران سفر میں اگر کوئی حادثہ پیش آگیا تو پانی اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہو گی"۔

مونو لو نے اس کا انتظام کر لینے کا بھی وعدہ کیا ہے۔

ہمیں تو اب صرف اتنا کام کرنا ہے کہ آبا جان کے خزانے کو اٹھا کر کشتی میں لے جائیں۔ میں نے مولو لو سے کہہ دیا ہے کہ کب اپنی کشتی لائے۔ ابو ا اب خوش ہو جاؤ۔ چوبیس گھنٹے سے کم عرصہ ہم بالکل خطرے سے باہر ہو جائیں گے۔"

مخلصی پانے کی امید نے لڑکے کے تمام پہلے خطرات دور کر دئیے تھے۔ اس کا چہرہ روشن اور بشاش تھا۔ اور اس کی آواز میں مسرت کی گونج سی تھی۔ میں نے بھی اس کے اس یقین کو پختہ کرنا چاہا۔ کہ اب خطرات گزر گئے لیکن مجھے دل میں بہت شبہ تھا۔ اودھر ابو اکو بھی بھائی کی امید پر کچھ زیادہ اعتماد نہ تھا۔

یہ تو ظاہر تھا۔ کہ مولو لو حکمتی اور ہوشیار شخص ہے لیکن جو مہم درپیش تھی۔ یہ بھی کچھ کم نازک اور خطرناک نہ تھی۔ اور ذرا سی غلطی سے تمام منصوبہ خاک میں مل سکتا تھا۔ اگر کسی کو ذرا سا شبہ بھی پیدا ہو گیا۔ تو مجھے یقین تھا۔ کہ ہماری تجویز پھولنے پھلنے سے پیشتر ہی خاک میں مل جائے گی۔ اور ایک ذرا سا واقعہ اسے خاک میں ملانے کے لئے کافی ہو گا۔

اس وقت سے اب تک میں نے کئی مرتبہ اپنے فرار سے پیشتر کے واقعات کو خیال ہی خیال میں دھرایا ہے۔ میری اتنا بے تاب سا ہو رہا تھا کہ میں نے اسے بیماری کا بہانہ کر کے گھر کے اندر ہی رہنے کا مشورہ دیا۔ خوش قسمتی سے ایوا پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا۔ اس نے اپنے جذبات کو قابو رکھا اور اپنے روزمرہ فرایض ایسے اطمنان سے سرانجام دیتی رہی گویا کوئی بڑا واقعہ نہ ہونے والا تھا۔

اس دوران میں میری کیفیت یہ تھی۔ جیسے انگاروں کے بستر پر بیٹھا ہوں۔ دوسرے دن الصبح سردار نے مجھے بلوایا۔ اور اتفاقیہ یا دانستہ تمام دن مجھے اپنے ساتھ رکھا پہلے تو میں یہ سمجھا۔ کہ سردار کو ہماری تجویز کا علم ہو گیا ہے چنانچہ میری یہ حالت ہو گئی کہ گھٹنے کانپنے لگے۔ لیکن رفتہ رفتہ بات چیت سے میرا یہ شبہ رفع ہو گیا۔ لیکن یہ مجھے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کہنا چاہتا ہے۔

شام کے وقت اس نے مسٹر سلوسٹر کے خزانہ کا ذکر چھیڑا اور مجھ سے دریافت کیا کہ اس کا کچھ حال معلوم کر لیا یا نہیں۔

میں نے کہا۔ "نہیں" اس پر اس نے بڑا خوف ناک سا منہ بنایا۔ یہ گویا اپنی طرف سے مسکرایا تھا۔ ساتھ ہی مجھے تنبیہ کی کہ مہلت کا وقت تمام ہوا چاہتا ہے ؛

بدمعاش بولا۔ "سفید لڑکے دو اور دن یاد رکھو" ؛

میں نے بظاہر نہایت اطمینان سے جواب دینے کی کوشش کی "بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں۔ مگر میں ابھی مایوس نہیں ہوا مہلت کا وقت ختم ہونے تک خفیہ جگہ کا پتہ ضرور لگا لوں گا۔ آپ بہت بے صبر ہوئے جا رہے ہیں ؛

اس نے بڑے اشتیاق سے چلا کر کہا "سفید لڑکے پتہ لگاؤ۔ پھر تم بڑا امیر اپنے ملک میں سردار" ؛

اس پر میں نے کہا "تو پھر مجھے دو ایک دن کی اور مہلت دیجیئے" لیکن اس پر اس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا اور اس نے بڑی شدت سے میرے ذہن نشین کرایا کہ مقررہ میعاد سے ایک گھنٹہ زیادہ نہیں دیا جا سکتا ؛

شام کے کوئی سات بجے کے قریب میں نے بمشکل اس سے اپنا پیچھا چھڑایا۔ اور فوراً ایوا کی جھونپڑی کی طرف چلا۔ کیونکہ ہم نے مونو لو سے ملاقات کرنے کے لیے رات کے دس

بجے کا وقت قرار دے رکھا تھا۔ ایوا ہیری سے تمام دن غائب رہنے کی وجہ سے بڑی پریشان تھی۔ اور ہیری تو اس قدر مضطرب ہو رہا تھا۔ کہ جوں ہی کہ میں اندر داخل ہوا۔ اس نے پوچھا "ڈک کیا بات ہے۔ اسے کہیں پتہ تو نہیں چل گیا"۔

میں نے کہا "نہیں نہیں۔ تم مطمئن رہو۔ وہ سمجھے بیٹھا ہے کہ ہم بالکل اس کے قابو میں ہیں۔ اس نے ابھی ابھی مجھ سے کہا۔ کہ خزانہ کا پتہ لگا کر نہ بتایا۔ تو دو دن سے زیادہ زندہ نہ رہنے پاؤگے۔ بڑا دلچسپ دوست واقع ہوا ہے۔ ایوا تم اتنی چپ چپ کیوں ہو؟ ہنسو بولو۔ چند گھنٹوں کی بات ہے۔ اس کے بعد ہم اس بدمعاش کے چنگل سے آزاد ہو جائیں گے"۔

ہیری نے چلا کر کہا "بس جی تو یہ چاہتا ہے کہ اس کمبخت کو گولی کا نشانہ بنا دوں۔ قطعی اس حشر کا مستحق ہے"۔ میں بھی دل سے ہیری کے اس خیال سے متفق تھا۔

قرار یہ پایا تھا کہ مرحوم مسٹر سلوسٹر کے خزانے اور ایک تلوار کے سوا جسے ہیری نے اپنے باپ کی وفات پر کہیں چھپا دیا تھا۔ باقی سب کچھ یہیں چھوڑ دیا جائے۔

میری رائے میں تلوار ساتھ لیجانے کی بھی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ لیکن چونکہ میری مصر تھا۔ اس لئے میں نے اس کی مخالفت نہ کی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا۔ کہ مونولو کے پاس ایک بندوق اور کچھ کارتوس ہیں۔ اور وہ انھیں ساتھ لے کر آئیگا۔

انتظار کا وقت بڑی مصیبت سے گھڑیاں گن گن کر ختم ہوا۔ تمام وقت طرح طرح کے خیالات نے ہمیں پریشان رکھا۔ بار بار یہ فکر ہوئی۔ کہ تمام معاملہ کھل گیا ہے۔ اور بس اب یہاں کے وحشی دیسیوں نے آکر ہماری جھونپڑی کو آگھیرا۔

میری کوئی بیس مرتبہ دروازہ پر گیا ہوگا۔ ہر دفعہ جاکر بڑی احتیاط سے باہر جھانکتا۔ اور دیکھتا۔ کہ باہر میدان خالی اور ویران پڑا ہے۔ لیکن اُمید وبیم کی کیفیت نے ہمارے دماغ میں ایک طوفان مچا رکھا تھا۔ اور آخر جب بھاگنے کا وقت آہی پہنچا تو ہماری جان میں جان آئی۔

بات یوں ٹھہری تھی۔ کہ ایوا تو سیدھی کشتی پر پہنچ جائے اور میری اور میں خزانہ نکالیں۔ جو ساحل سے تھوڑے ہی فاصلے پر دفن تھا۔ چنانچہ پہلے تو لڑکے چپکے سے نکل کر روانہ ہو گئی اور پھر ہم دونوں چوری چھپے جھونپڑی سے باہر نکلے۔

ہم جلد جلد مگر بڑی احتیاط سے جا رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ساحل پر جا پہنچے۔ اس وقت اتفاق سے میں نے مڑ کر جو دیکھا تو درختوں میں سے دو چمکدار آنکھیں ہمیں گھور رہی تھیں۔ میری جان ہی تو نکل گئی۔ سمجھ گیا۔ کہ سردار نے اس شخص کو ہماری نگرانی کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس نے اب جا کر سردار کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اور کوئی مصیبت آئی۔ لیکن میں نے ہیری سے اس کا کچھ ذکر نہ کیا بس اسے عجلت سے کام لینے ہی کی تاکید کرتا رہا۔

باب ہفتم

کشتی اور بحرِ ناپید اکنار

بڑی خیریت یہ گزری کہ ہیری کو وہ ننھا سا غار بہت اچھی طرح یاد تھا جس میں خزانہ رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ زین کے دو تھیلے نکال لینے میں زیادہ وقت صرف نہ ہوا۔

ایوا پہلے ہی سے کشتی میں پہنچ چکی تھی۔ اب ہم دونوں بھی ایک ایک تھیلا اٹھا جلدی جلدی ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔

میں نے بڑی پریشانی کے عالم میں کہا "جلدی چلو! ہیری جلدی چلو۔ جب تک ہم سمندر میں دور تک نہ نکل جائیں تب تک اپنے آپ کو خطرے سے باہر نہیں سمجھنا چاہئے۔"

میرے ساتھی نے پوچھا "کیا بات ہے۔ ڈک! کس بات سے ڈر رہے ہو؟"

جواب دینے کی کچھ ضرورت باقی نہ رہی۔ میں بڑی دیر سے

آہٹ لے رہا تھا۔ اور سمجھے بیٹھا تھا۔ کہ جہاں کوئی آواز آئی۔ اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ ہمارے فرار کا راز طشت از بام ہوگیا۔ اب ایک بلند آواز اور ایسی وحشیانہ چیخ سنائی دی۔ جس سے بہادر ول کے دل بھی دہل سکتے تھے۔ ساتھ ہی کھجور کے درختوں کے جھنڈ میں سے بیس پچیس سیاہ فام وحشی باہر نکل آئے جو بڑی تیزی سے بھاگتے ہوئے ہماری طرف آ رہے تھے۔ میں نے اپنے ساتھی کو پھر تیزی سے قدم اٹھانے پر اکسایا ؛

میں نے کہا " وہ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ ہم پکڑے گئے تو بس قصہ ہی تمام ہے "؛

ہیبری نے مُنہ سے کچھ نہ کہا۔ مگر سر ہلا دیا۔ اب ہم دونوں پہلو بہ پہلو وہ ہیبت ناک دوڑ دوڑ رہے تھے۔ جس میں ہارنے کے معنے فوری اور ظالمانہ موت تھی۔ اب تھوڑا ہی سا فاصلہ باقی رہ گیا تھا۔ لیکن اہل جزیرہ سب کے سب بڑے پھرتیلے مستعد اور تنومند تھے۔ مزید برآں سردار کی خوشنودی حاصل کرنے کی امید نے ان کے پیروں میں پر لگا دیئے گئے تھے ؛

میں نے لٹیکا کی آواز سُنی۔ اور گو اس کے الفاظ میری سمجھ میں نہ آئے۔ مگر میں نے اس کا مطلب سمجھ لیا کہ وہ کبھی تو اپنے

ساتھیوں کی ہمت بڑھاتا ہے اور کبھی شور مچا مچا کر ہمیں دھمکاتا ہے۔ ہم اب تک اڑے ہوے جا رہے تھے۔ مگر محنت نے ہمارا برا حال کر دیا تھا۔ میرے گلے میں جیسے کانٹے چبھ رہے تھے ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ آنکھوں میں اس شدت کا درد ہو رہا تھا کہ زمین تک مشکل سجھائی دیتی تھی۔ آدھا فاصلہ بھی طے نہ کرنے پائے ہوں گے۔ کہ اب ہیری نے مجھے تیز دوڑنے پر اکسانا شروع کیا۔

یک لخت وہ چلا آیا۔ "آہا۔ وہ رہی کشتی۔ بس تین منٹ کی اور بات ہے۔ پھر اپنے آپ کو سلامت سمجھو"۔

لیکن کیا اور تین منٹ تک بھاگتے رہنا ممکن بھی تھا؟ مجھے امید نہ تھی۔ تاہم اس کے ساتھ ہی میں نے ٹھان لی۔ کہ ایک دفعہ پورے زور سے کوشش کیے بغیر نہ مانوں گا۔

مولولو کشتی کے بادبان درست کرنے میں مشغول تھا ایوا کشتی کے اندر کھڑی اپنے ہاتھ ہلا ہلا کر اشارے کر رہی تھی اور چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی ہیری جلدی۔ ڈک جلدی اور تیز اور تیز!"

اب میں لڑکھڑا رہا تھا۔ میرے گھٹنے کانپ رہے تھے۔ تھیلے کا بوجھ مجھے کچلے دے رہا تھا۔ اور محض شرم و امنگیر نہ ہوتی تو میں

کبھی کا اس کشمکش کو ترک کر چکا تھا۔ ہماری مصیبتوں میں ایک نیا اضافہ یہ ہوا کہ دفعتاً ایک بندوق چھوٹنے کی آواز آئی اور گولی سن سے ہمارے سروں پر سے گزر گئی۔

ہیری نے پر معنی انداز میں کہا "لٹیکا"! اور میں سمجھ گیا کہ جزیرہ کا سردار چاہتا ہے کہ زندہ یا مردہ ہم جس طرح ہاتھ آسکیں ہمیں حاصل کرے۔ لیکن ہم اب عین کنارے پر پہنچ چکے تھے اور ہمارے پاؤں پانی میں تھے۔ پہنچتے ہی ہم نے تھیلے کشتی میں ڈال دیئے اور کشتی کو آگے کو ڈھکیل کر جھٹ اس میں سوار ہو گئے۔

ہیری نے اپنے ہاتھ ہلائے اور چلا کر کہا "آہا ہا خدا حافظ لٹیکا"!

اس اثناء میں وحشیوں نے کئی ٹولیاں بنالی تھیں۔ اور کچھ تو اپنی کشتیاں لینے کو بھاگے جارہے تھے۔ جو اس مقام سے دو تین میل کے فاصلہ پر تھیں اور کچھ اپنے سردار کے ساتھ ساتھ تھے۔ اور سردار چلا چلا کر ہمیں واپس آنے کو کہہ رہا تھا۔

اس اثناء میں ہیری نے چپو سنبھال لیا تھا۔ مونو نے بادبان درست کر دیا تھا اور ہماری کشتی چلنی شروع ہو گئی تھی۔ کہ اتنے میں بندوق کی ایک اور آواز آئی اور اس کے ساتھ ہی ایک

چیخ سنائی دی۔ یہ دیکھ کر ہمیں بے حد صدمہ اور پریشانی ہوئی کہ ہمارے وحشی رہنما نے اپنے بازو اوپر کو اٹھائے اور دھڑام سے کشتی میں گر پڑا۔

یک لخت اُدھم سا مچ گیا۔ آدھی درجن حبشیوں نے خوشی کے نعرے لگائے اور ہماری طرف بڑھے۔ اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ ہماری تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ لیکن ہیری نے حوصلہ کیا مجھے تو بادبانوں کا خیال رکھنے کو کہا اور خود مونولو کی بندوق اٹھالی اور لٹیکا پر نشانہ باندھ کر نشانہ باندھ کر گھوڑا دبا دیا۔

نشانہ چوک گیا اور فوراً اہل جزیرہ وحشیانہ نعرے لگاتے ہوئے بے دھڑک پانی میں کود پڑے اور ہماری کشتی کی طرف بڑھنے لگے۔

بڑا خطرناک وقت تھا۔ مونولو معذور ہوا پڑا تھا۔ اور الوا اس پر جھکی ہوئی تھی مگر وہ یک لخت اٹھی اور بادبان کو سنبھالنے آپہونچی۔ میں نے چپو اٹھالیا اور کشتی کے اگلے حصہ میں آکر ایک وار سے اس وحشی کی تواضع کی۔ جو سب سے آگے آگے تھا۔

وہ بے ہوش ہو کر پانی میں گر پڑا اور اس کا ایک ساتھی اسے گھسیٹ کر کنارے پر لے گیا لیکن اس سے وہ ذرا ہی سے

ٹھٹکے اور پھر کوئی آدھ درجن حبشی جنگجو گدر سنبھالے۔ ہماری طرف بڑھے۔ مجھے ایسا معلوم ہونے لگا کہ ذرا سی دیر میں یہ جدوجہد تمام ہو جائے گی۔ اور اس کا انجام ہماری گرفتاری یا موت ہوگا ؁
ہیری بندوق کو پھر بھرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مگر ناکام رہا اب اس نے اسے بھر کا خیال چھوڑ دیا اور اسے نالی کی طرف پکڑ لیا۔ اور جو حملہ اور بھی آگے آتا۔ اس پر اس کا دستہ برسانے لگا۔ اس سے دو تین حملہ آور چکرا کر پیچھے ہٹے اور زخمی اور لہولہان کنارے پر پہنچے ؁
لیکن ہمارا اصل دشمن ایسا کچا نہ تھا۔ کہ وہ لڑکوں سے شکست کھانا گوارا کر لیتا۔ اپنے ایک زخمی ساتھی کو ایک طرف ہٹا کر وہ بندوق سنبھالے آگے بڑھا۔ ہیری نے اس پر وار کیا۔ مگر نشانہ نہ بیٹھا۔ لیکن اس کی کوشش فائدہ مند ہی ثابت ہوئی۔ سردار وار سے بچنے کے لئے مڑا ہی تھا کہ میرے ہتھے چڑھ گیا۔ میں نے تاک کر ایک چپّو اس کی کنپٹی پر ایسا رسید کیا کہ پتھر کی طرح پانی کی تہ میں بیٹھ گیا ؁
وحشیوں نے افراتفری کی حالت میں غل مچانا شروع کر دیا۔ اپنے بیہوش سردار کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اسے بحفاظت زمین پر لے گئے ؁

ہیری نے چلّا کر کہا" جلدی کرو۔ جلدی۔ یہی موقعہ بچ نکلنے کا ہے اس سے پیشتر کہ وحشی پھر واپس آئیں۔ ہم اپنی جان بچانے کو بڑی محنت سے کشتی کھیتے رہے۔ اگرچہ دقیانوسی بادبان کی وجہ سے بھی ہماری کشتی کی رفتار اچھی خاصی تھی۔ تاہم ہم چپّو بدستور چلا رہے تھے ہم دم بدم بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ اعضا کی یہ حالت تھی کہ گویا ٹوٹے جا رہے ہیں۔ چوٹی کا پسینہ ایڑی تک بہ رہا تھا درد نے ہمیں بے تاب کر رکھا تھا لیکن ہم کو رک جانے کی جرارت نہ پڑتی تھی۔ خوب جانتے تھے کہ اب تک کئی کشتیاں ہمارے تعاقب میں روانہ ہو چکی ہوں گی۔ تاریکی نے ہمیں بڑی امداد پہنچائی اور آخرکار چپّو ہاتھ سے رکھکر ہم آہٹ لینے لگے۔ پانی میں اپنی کشتی کے آواز کے سوا اور کوئی آواز نہ تھی۔ چنانچہ ہم پھر آزادی اور سلامتی کے خواب دیکھنے لگے۔

اب ہیری نے اپنی بہن کا ہاتھ بٹایا اور اس بہادر لڑکی نے مونٹو کی مرہم پٹی کرنے میں مجھے امداد دی۔ بیچارہ بالکل بےحس و حرکت پڑا تھا۔ اگرچہ اسے انتہا درجہ کا دکھ ہو رہا ہوگا مگر منہ سے اُف تک نہ کرتا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے گولی اس کے پھیپھڑوں میں لگی تھی۔ اور اب ہمارا وفادار دوست فقط

چند ایک گھنٹوں کا مہمان تھا۔

ہم اس کے سوا اور کیا کر سکتے تھے۔ کہ اس کو پانی دیتے رہیں اور اس کی تپتی ہوئی پیشانی کو ٹھنڈا کرتے رہیں۔

ایوا نے اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ میں سمجھ گیا۔ رحمدل لڑکی اندھیرے میں چپکے آنسو بہا رہی ہے۔ کیسے نہ بہاتی ہو لو لو نے ہم پر صرف اپنی جان ہی قربان نہ کی تھی بلکہ برسوں بڑی وفاداری سے اس کی خدمت بھی کرتا رہتا تھا۔

آخر رات کی تاریک گھڑیاں مشکل سے تمام ہوئیں اور جب سپیدۂ سحر پھوٹا تو زخمی اپنی ہی زبان میں کچھ بولنے لگا۔ میں اس کی باتیں بالکل نہ سمجھ سکا۔ اور خود ایوا کو اس کی دھیمی آواز کی باتیں سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئی۔ آخر اس نے اس کا ہاتھ بڑے پیار سے آہستہ سے دبایا۔ ایک لمبی آہ سرد کھینچی اور خاموش ہو گیا۔ پھر اس کا چہرہ راحت کے ایک نہایت دل آویز تبسم سے چمک اٹھا۔ اور اس وقت جب آفتاب کا آتشیں گولا شہابی افق میں سے ابھر رہا تھا۔ ہماری جان بچانے والا ابدی راحت کی نیند میں غافل ہو گیا۔

ایوا نے ہلکے سے کہا "غریب گزر گیا" اور بڑے احترام سے

اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔

خوف دن چڑھنے پر ہم نے اس کی نعش کو سمندر کے حوالہ کر دیا۔ مگر میں کہانی کے اس حصّے کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا۔ مگر اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجود اپنی تکالیف کے دونوں بہن بھائی اپنے غریب مگر بہادر دوست کی موت پر بہت دیر تک اشکبار رہے

موتولو! لہروں کی آغوش میں آرام کرو۔ تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تمہارا جسم سیاہ تھا مگر تمہارا دل نورانی تھا۔ دنیا کے کئی لوگ تمہاری اس شجاعت کے کارنامے کو کبھی اپنے دل سے محو نہ ہونے دیں گے۔

اپنے مددگار کی موت نے ہماری توجہ اپنے ذاتی خطرے سے ہٹالی تھی جو کسی طرح سے کچھ کم نہ تھا۔ وسیع سمندر تھا۔ اور ننھی سی کھلی کشتی۔ جس شخص کو رہنمائی کرنی تھی وہ مر چکا تھا ہمیں صرف اتنا معلوم تھا۔ کہ ہمارا راستہ جنوب مشرق کی طرف ہے۔ لیکن اس کے سوا ہمیں اور کچھ معلوم نہ تھا۔

میری اور اس کی بہن کو اس خطرے کا پورا احساس نہ تھا اور میں نے اپنا خوف ان پر ظاہر نہ کیا تھا۔ ہماری ننھی سی کشتی بحر ناپید اکنار پر جھکولے کھاتی چلی جارہی تھی۔ اور میں آنکھیں

پھاڑ پھاڑ کر افق کو تک رہا تھا کہ ہماری قلیل غذا کتنے عرصہ تک کام دے سکے گی۔

غرق ہونے کا اتنا ڈر نہ تھا۔ سمندر ساکن تھا۔ اور مطلع صاف لیکن سورج ہمارے سروں پر چمک رہا تھا اور ہمارا حلق خشک ہوا جا رہا تھا۔

شروع شروع میں تو مجھے گوارا نہ ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو پانی پینے سے روکوں۔ لیکن جب رفتہ رفتہ سورج ڈوب گیا۔ اور نہ کوئی جہاز نظر آیا نہ زمین تو میں نے انہیں سمجھا دیا اب پانی کو انمول سمجھ کر اٹھاؤ۔

ہیری نے حیران ہو کر پوچھا "کیوں ابھی تو بہت سا باقی موجود ہے"۔

میں نے کہا پھر بھی ہمیں احتیاط کرنی چاہئے"۔ اگرچہ میں نے کوشش تو کی تھی کہ اس معاملہ کی اہمیت ظاہر نہ ہونے پائے۔ لیکن ہیری کا چہرہ کہہ رہا تھا کہ وہ سمجھ گیا ہے۔

باب ہشتم

انجام

جب سورج غروب ہو گیا۔ اور تاریکی نے ہر ایک چیز کو ڈھانپ لیا تو ایوا نے پہلی مرتبہ پلک سے پلک ملائی اور سو گئی۔ میں نے ہیری سے کہا کہ بادبان اتار دینا چاہیئے۔

وہ پوچھنے لگا "اس کی اس کی کیا ضرورت ہے؟"

میں نے جواب دیا اس لئے "اس لئے کہ ہم کہیں منزل مقصود سے آگے نہ نکل جائیں۔ دیکھو ہیری تم بڑے بہادر ہو۔ اور مصیبت میں دل کو مضبوط رکھنا خوب جانتے ہو۔ اس وقت اسی کی ضرورت ہے۔ ہم بحر جنوبی میں بہے چلے جا رہے ہیں۔ اور اگر ہمیں کنارہ جلدی دکھائی نہ دیا تو یہی سمندر ہماری قبر ہو گا۔ بیچارا اموتو تو راستہ اچھی طرح جانتا تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اس نے پانی اور خوراک کافی مقدار میں ساتھ نہ لی۔ چنانچہ اب ہم کتنی ہی احتیاط

کریں۔ بہت جلد یہ دونوں چیزیں تمام ہو جائیں گی"۔

اس نے اپنے کو بھلا کر کہا "اور ایوا بچاری فاقوں کے مارے مرجائیگی، یا پیاس کے مارے جو اس سے بھی بدتر ہوگا۔ ہم اپنی حالت کے تاریک پہلو پر غور کر رہے ہیں۔ یہ حماقت ہے۔ شاید صبح ہونے تک ہمیں کوئی جزیرہ نظر آجائے یا کوئی گزرتا ہوا جہاز ہمیں دیکھ لے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی ہمیں برے سے برے انجام کیلئے تیار رہنا چاہئیے"۔

اس نے ذرا سے توقف کے بعد کہا "لیکن ہمیں یہ بات ایوا سے نہیں کہنی چاہئیے۔ ڈک میں اس سے بہت قوی ہوں۔ خوراک اور پانی کا میرا حصہ بھی اسے دیدو"۔

میں نے کہا "میری تم بڑے نیک لڑکے ہو۔ اور میں تمہارا دوست ہونے پر ناز کرتا ہوں۔ میرے خیال میں اس ایثار کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔ اور اگر پڑی تو ہم دونو اکھٹے یہ ایثار کریں گے۔ تمہاری بہن کا خیال ہمارا اوّلین فرض ہونا چاہئیے"۔

ہم نے بادبان نیچا کر دیا اور سب کچھ محفوظ کر کے برابر برابر بیٹھ گئے اور لہروں کی ہلکی ہلکی فریاد سننے لگے۔ صبح کے قریب میری بھی سو گیا۔ میں نے دل میں خوش ہو کر کہا۔ کہ اچھا ہوا کم از کم تھوڑے عرصے کیلئے تو اسے ان اُمید وبیم کے تفکرات سے نجات ملی۔

صبح ہوتے ہی میں نے کھڑے ہو کر بڑی بے چینی سے سمندر پر چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن کسی بادبان یا خشکی کے نشان نے میری آنکھوں کو تسکین نہ پہنچائی۔ پانی کی اس وسیع چادر پر اگر کوئی دھبا تھا تو ہماری یہ دقیانوسی کشتی ہی تھی۔

میری حرکات کی آواز سے ایوا کی آنکھ کھل گئی اور اس نے پوچھا "ڈک ہم پہنچ گئے"۔ میں نے اپنی پریشانی کو چھپانے کی کوشش کی۔ اور کہا "ابھی نہیں۔ تم اچھی طرح سوئیں؟"

"ہاں۔ میں تو نیند میں سب کچھ بھول گئی تھی۔ میری بھی سو رہا ہے ڈک تم تمام رات جاگتے رہے ہو؟" "ہاں" جاگتا ہی رہا ہوں۔ مگر کیا ہوا میری تھوڑی دیر اور سو لے۔ اس کے بعد میں آرام کروں گا۔ تم ذرا اچھی طرح خیال رکھنا اور اگر کنارہ نظر آئے۔ تو مجھے فوراً جگا دینا۔"

وہ ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی میرے لئے بڑی تسلی بخش تھی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اس کو ابتک خطرے کا علم نہیں ہونے پایا ہے۔ وہ جتنی دیر اس سے لاعلم رہتی۔ اس کے لئے اچھا تھا۔ اس بات کی اہمیت میں نے میری کے بھی ذہن نشین کر دی تھی۔

سورج کو دیکھنے سے جہاں تک معلوم ہوتا تھا دس بجے ہوں گے کہ میں تھکن سے چور چور ہو کر کشتی کے پیندے میں پڑ کر سو گیا

اور تیسرے پہر تک نیند کے عالم میں پریشان خواب دیکھتا رہا۔
اس دوران میں ہیری نے کشتی کا رخ جنوب مشرق کی طرف رکھا اور اسکی بہن زمین کے اشتیاق میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تکتی رہی۔ مگر اسکی یہ کوشش رائیگاں ہی گئی۔ مجھے جاگتے دیکھ کر اس نے مجھ سے پوچھا "ڈک اب تک تو ہمیں جزیرہ پہنچ جانا چاہیئے تھا۔ کہیں ہم رات میں اسے پیچھے ہی تو نہیں چھوڑ آئے"۔
میں نے کہا "ممکن ہے ایسا ہوا ہو۔ مگر کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ اگر ہم اس سے آگے بھی نکل آئے ہیں تو بحر جنوبی میں اور بہت جزیرے ہیں۔ لہٰذا اب ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ دوسری جس جگہ بھی پہنچے ہم سے اچھا سلوک ہوگا"۔ گو میں نے یہ سب کچھ بڑی بے پروائی سے کہا۔ مگر میرے چہرے سے اس کو میری پریشانی کا پتہ چل گیا۔ وہ کہنے لگی۔ "ڈک۔ ڈک۔ تم مجھے دھوکا دیرہے ہو ہمیں کبھی ساحل پر پہنچنا نصیب نہ ہوگا۔ ہم مر جائیں گے۔ بھوکے اور پیاسے اسی سمندر میں مر جائیں گے"۔
اب حقیقت کو چھپانیکی کوئی ضرورت باقی نہ رہی تھی اس لئے میں نے کہا "ایوا بہادر بنو۔ ہماری جانیں خطرے میں ہیں۔ مگر ہمیں ہمت نہ ہارنی چاہیئے۔ شاید ہماری کشتی ان بہت سے جزیروں

میں سے کسی ایک پر جا لگے۔ اور جو اس سمندر میں واقع ہیں۔ یہ نہ ہو تو شاید کوئی تجارتی جہاز ہی ہماری مدد کے لئے ہمارے راستہ میں آ جائے میرے خیال میں میری پیشین گوئی سے اس کا اطمینان نہ ہوا تاہم یاس و افسوس کے پہلے اظہار کے بعد اس نے اپنے جذبات کو قابو میں کر لیا۔ اور پھر اُف تک نہ کی“۔

صرف وہ لوگ جو کبھی ہماری طرح ایک چھوٹی سی کھلی کشتی میں بحرِ ناپیدا کنار میں کھوئے گئے ہوں۔ ہماری تکلیف اور مصیبت کا اندازہ لگا رکھتے ہیں۔ گھنٹے پر گھنٹے گزرے چلے جا رہے تھے۔ اور ہم کنارہ کو دیکھنے کی امید میں آنکھوں پر زور ڈال رہے تھے۔ ہمارے حلق اور ہونٹ خشک تھے اور بھوک کے اصلی معنی اس وقت ہم پر روشن تھے مختلف تدابیر سے کام لیکر میں ایوا کو سب سے زیادہ پانی اور غذا کا حصہ دیتا تھا۔ گر وہ پھر بھی نہایت قلیل مقدار میں ہوتا۔ چوتھے دن ہمارے پاس پانی کے صرف چند قطرے رہ گئے۔

غریب لڑکی اب اتنی کمزور ہو گئی تھی۔ کہ کھڑی تک نہ ہو سکتی تھی۔ میری اور ہیری کی بھی بڑی بُری حالت تھی۔ بارش ہونے کا گمان تک نہ تھا اور ہماری قوت ایک دن سے زیادہ ہمارا ساتھ نہ دے سکتی تھی۔

دوپہر کے قریب ہیری نے بڑے ہلکے سے مجھ سے کہا "ڈک مجھے معاف کرنا۔ میں نے تمہیں بھی اس مصیبت میں ڈال دیا۔ یہ سب میرا قصور ہے۔ مجھے اپنے باپ کا خزانہ لڈیکا کو دے ڈالنا چاہیئے تھا شاید وہ تمہاری جان بخش دیتا"۔

میں نے کہا "کیسی فضول بات کرتے ہو۔ خزانہ لینے کے بعد وہ یقیناً ہم سب کو قتل کر ڈالتا۔ مگر اب تو بچنے کی امید بھی ہے"۔

بچارہ اتنا کمزور ہو گیا تھا۔ کہ جواب نہ دے سکا۔ میں نے اسے لٹا دیا۔ دوپہر کی لمبی لمبی ساعتوں میں میں آنکھیں پھاڑے بیٹھا رہا اور سوچتا رہا۔ کہ اگر رات سے پہلے پہلے دستگیری نہ ہو سکی تو بچنا محال ہے۔

اب بھی جب کبھی اس ہیبت ناک وقت کی مجھے یاد آتی ہے۔ تو میں نیند سے چونک پڑتا ہوں۔ اور چلا چلا کر کہتا ہوں "بادبان بادبان! چلے چلو"۔

ہولناک ساعتیں آہستہ آہستہ گزر گئیں۔ دوپہر شام میں گھلی جارہی تھی۔ بہت جلد تاریکی پھیل جانے والی تھی۔ بیچارے بہن بھائیوں کو کشتی میں پڑا ہوا دیکھ کر میں کانپ گیا۔ جانتا تھا کہ آج کی رات ان کے لئے کیا معنی رکھتی ہے"۔

یاس اور نا امیدی کی انتہا ہو گئی۔ اور اس وقت مجھے ہذیان نے گھیر لیا۔ دور پانی پر مجھے ایک سیاہ دھبہ دکھائی دیا۔ کیا یہ کوئی جہاز ہے میں بیٹھا رہا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھتا رہا اور بڑا ہی بڑا ہوتا گیا۔ میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے۔ جب آخر کار مجھے قطعی یقین ہو گیا کہ ایک جہاز ہماری طرف بڑھا چلا آرہا ہے۔

پھر ایک ہولناک خوف نے میری خوشی کی جگہ لے لی۔ یہ ڈر تھا کہ جہاز ہمیں دیکھے گا بھی یا اپنا راستہ بدل کر کہیں دور نکل جائے گا میں نے فوراً اپنی قمیص اتار کر بطور جھنڈی کے بادبان پر لگا دی اپنے بازو وحشیانہ انداز میں ہلانے لگا۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کچھ نہ کہا۔ ڈر تھا کہ شاید امید و بیم کی کیفیت ان سے برداشت نہ ہو سکے۔ اور ان کی حالت یہ تھی کہ کچھ دیکھنے کے قابل نہ تھے۔

میری کیفیت یہ تھی کہ دل ڈوبا جا رہا تھا۔ پل پل میں دل امید سے بھر جاتا۔ اور پھر مایوس ہو جاتا۔ جہاز جوں جوں قریب آرہا تھا۔ آس اور یاس میرے سینے میں طوفان برپا کر رہی تھی۔ جہاز والے ہمیں دیکھ بھی لیں گے؟ آخر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے بھرائی ہوئی آواز میں امداد کے لئے پکارنا شروع کر دیا۔

میں چیخ رہا تھا۔ تو ایوا اور ہیری نے استعجاب سے سر اٹھایا۔ فوراً ہی ظاہر ہو گیا۔ کہ میری آواز یا جھنڈی نے اہل جہاز کو متوجہ کر لیا ہے۔ جہاز کی رفتار آہستہ ہو گئی۔ اور اس میں سے ایک کشتی اُتاری گئی۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ ہم بچ جائیں گے ؀

میں دیوانہ وار کہنے لگا "ہیری! ایوا! خوش ہو! آہا! کشتی آ رہی ہے۔ ہم بچ گئے۔ سن رہے ہو۔ ہم بچ گئے ہیں!"

ایوا نے شکرانے کی ایک خاموش دعا مانگنے کے لئے سر جھکا دیا۔ لیکن اس کے بھائی نے کچھ جواب نہ دیا۔ مجھے ڈر ہوا۔ کہ اس کے لئے امداد بعد از وقت تو نہیں پہنچی۔؟

جوان مرد ملاح کشتی کو بڑھاتے لائے اور ہماری تسکین کے لئے نعرے لگاتے رہے۔ ان کی امداد کے لئے جو کچھ مجھ سے ہو سکتا تھا۔ میں نے کیا۔ مگر میری طاقت تقریباً جواب دے چکی تھی۔ جوں ہی میرے ساتھی ایک کشتی سے دوسری کشتی میں پہنچا دئے گئے۔ میں بیہوش ہو کر گر پڑا ؀

میری بقیہ داستان چند الفاظ میں بیان کی جا سکتی ہے کپتان اور اہل جہاز کی توجہ اور تیمار داری سے ہم نے بہت جلد صحت حاصل کر لی۔ اور آخرکار ہمیں میلبورن پر اتار کر ایک نیک اور رحم دل شخص کے متعین کر دیا گیا۔

مسٹر سلوسٹر کے خزانے میں بے انتہا بیش قیمت موتی نکلے اور ایوا اور ہیری نے بے حد اصرار کیا کہ میں ان میں سے برابر کا حصہ قبول کروں۔

ہمارا یہ عجیب و غریب باہمی تعلق ہمیشہ قائم رہا۔ جب میں اور ہیری جوان ہو گئے تو ایک تجارت میں اکٹھے شریک ہو گئے۔ اور ایک دو سال بعد اس کی بہن میری بیوی بن گئی میں پھر کبھی انگلستان نہیں جا سکا۔ کیونکہ ایوا سمندر سے بہت ڈرتی ہے۔ اور بحر جنوبی کا خطرناک واقعہ کسی طرح اس کے دماغ سے محو نہیں ہو سکتا۔

تعداد ۱۰۰۰